ہوا تھا۔ یاد کریں۔ یاد کرنے کی کوشش کریں۔"

وہ اچنبھے سے اسے دیکھے گیا۔ وہ مدھم آواز میں اس پہ نظریں جمائے پراسراریت سے کہے گئی اور پھر ہوا کے جھونکے کی طرح سامنے سے ہٹ گئی۔ وہ بالکل سن کھڑا رہا۔ پھر کسی نے پکارا۔ تو سر جھٹک کر اس طرف بڑھ گیا البتہ ذہن.....ذہن مزید الجھ گیا تھا۔ جنگل کا وہ خواب پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔ وہ اس خواب کی جزئیات کیسے جانتی تھی؟

"آئی ونڈر....." وہ جو ایڈم کی تلاش میں آگے بڑھ رہی تھی' آواز پہ چونک کے پلٹی۔ سامنے سبز لباس میں مسکراتی ہوئی عصرہ گلاس تھامے کھڑی تھی۔ "ایک آرٹ تھیف میرے شوہر سے اتنی لمبی کیا بات کر رہی تھی؟"

اس کی آنکھوں میں انگارے دہک رہے تھے اور وہ ضبط کے آخری دہانے پہ تھی۔ تالیہ مسکرائی اور اس کے قریب آئی۔

"میں ان کو بتا رہی تھی کہ کیسے ایک عورت اپنے شوہر کی چھوٹی سی بہن سے جیلس ہو گئی اور اسے خود ہی اغوا کرنا چاہا مگر جس نینی سے یہ کام لیا' وہ اس بچی سمیت پھسل گئی۔" اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔ "نینی تو مر گئی مگر کیا وہ بچی بھی مر گئی تھی؟ اگر وہ زندہ نکل آئی اور یہ ثابت کر دیا کہ اس کی مجرم اس کی سو کالڈ سوتیلی ماں تھی' تو کیا ہو گا مسز عصرہ؟" اور واپس سیدھی ہوئی۔

عصرہ کی گرفت گلاس پہ مضبوط ہو گئی۔ جبڑہ بالکل بھینچ گیا اور رنگت.....رنگت سرخ پڑنے لگی۔

"مجھے دھمکانے کی کوشش مت کرو' تالیہ۔" دانت پہ دانت جما کے وہ غرائی۔ "میں وان فاتح کی بیوی ہوں۔"

"غلط!" وہ ایک ابرو اٹھا کے بولی۔ "آپ وان فاتح کی پہلی بیوی ہیں۔"

اور یہ کہہ کے وہ مڑی اور مہمانوں میں آگے بڑھ گئی۔

عصرہ محمود کی رنگت یوں سفید پڑی گویا وہ کوئی پانچ سو ستاون برس قبل کا گارے سے بنا مجسمہ ہو۔ وہ وہاں سے ہل نہیں سکی۔ اس کا سانس رک چکا تھا۔

(پہلی بیوی' پہلی....بیوی؟)

چھناک کی آواز سے وہ چونکی۔ شیشے کا گلاس اس کے ہاتھ کی سخت گرفت میں ٹوٹ چکا تھا۔ جہاں جوس اس کے لباس پہ چھلکا' وہیں کرچیاں گھاس پہ بکھر گئیں۔ ہاتھ پہ خراشیں لگیں اور اگلے ہی لمحے خون کی بوندیں رسنے لگیں۔

کچھ لوگوں نے دیکھا اور اسے پکارا بھی مگر وہ معذرت کرتی تیزی سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ اس کی رنگت اب زرد پڑ رہی تھی۔ اور قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔

"یہ کیا کہا آپ نے انہیں' چے تالیہ؟" وہ ساری بات سن کے بے یقینی سے بولا تھا۔ تالیہ نے گہری سانس لی۔

"آریانہ کے زندہ ہونے کی بات پہ عصرہ نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ ہم نے دو ماہ اس پہ نظر رکھی ہے۔ مجھے اس کو اس کی کچھار سے باہر نکالنا ہے، ایڈم۔ مجھے اس کو provoke کرنا ہے۔ وان فاتح نے مجھے ایک کام دیا تھا۔ اپنی بیٹی کے قاتل کو انجام تک پہنچانے کا۔ میں اسے پورا کیے بغیر نہیں رہوں گی۔"

وہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔ "اگر انہوں نے فاتح صاحب سے پوچھ لیا تو؟"

"میں چاہتی ہوں وہ پوچھے۔ اچھا ہے وہ پوچھ لے۔"

"میں سمجھا آپ ان سے ناراض ہیں۔" دل کو دھکا لگا تھا۔

"میں ان سے ناراض ہوں۔" وہ سنجیدگی سے دور باتھ روم کی طرف جاتی عصرہ کو دیکھ کے بولی۔ "مگر ان دو ماہ میں' میں نے اپنے اور ان کے تعلق کی حقیقت جان لی ہے۔"

"اور وہ حقیقت یہ ہے کہ آپ ان کی فین نہیں تھیں۔ یہ صرف فین ڈم ہوتا تو آئیڈیلزم کا بت ٹوٹنے پہ

آپ کے دل میں ان کی نفرت بھر جاتی۔" ایڈم غور سے اس کو دیکھ کے تھکے تھکے سے انداز میں بولا۔" یہ محبت تھی اور محبت مرضی سے نہیں ہوتی۔ یہ نصیب میں لکھی ہوتی ہے۔ کسی کے لیے رزق کی طرح تو کسی کے لیے روگ کی طرح اس کو لکھ دیا جاتا ہے۔ میں آپ کو سمجھ سکتا ہوں۔ اب گھر چلتے ہیں۔ میرا دل ان مصنوعی لوگوں کی محفل میں اکتانے لگتا ہے۔"

وہ ابھی تک دور ہجوم کو دیکھ رہی تھی اور ایڈم نے اپنی آنکھوں کا خالی پن چھپانے کے لیے رخ موڑ لیا تھا۔

باتھ روم میں عصرہ آئینے کے سامنے کھڑی تیز نل کے نیچے ہاتھ دیے ہوئے تھی۔ پانی مسلسل گرتے خون کو سنک میں بہائے لے جا رہا تھا اور وہ گم صم سی کھڑی تھی..... پانی میں مختلف مناظر ابھر ابھر کے معدوم ہو رہے تھے.....اسے کیا کرنا چاہیے؟

اس نے دیکھا.....وہ گھر جاتے ہی وان فاتح کا گریبان پکڑ لیتی ہے۔

"اس نے مجھے تمہاری پہلی بیوی کہا..." وہ چلا کے کہتی ہے۔"تمہاری دوسری بیوی کون ہے؟ وہ فراڈ ؟ وہ چور؟"

"ہاں.....وہی ہے۔ میں تنگ آ چکا ہوں تم سے۔ تم میری بیٹی کی قاتل ہو۔" وہ جواباً غصے سے غراتا ہے۔

عصرہ نے سر جھٹکا۔ وہ ابھی تک سفید باتھ روم میں کھڑی تھی اور نل کی تیز دھار اس کے ہاتھ پہ پڑ رہی تھی۔ اس نے پانی کے ست رنگے بلبلوں میں ایک دوسرا عکس دیکھا.....

"فاتح.....فاتح....." وہ روتے ہوئے اس کی کہنی تھام کے کہتی ہے۔" اس نے کہا میں اس کی پہلی بیوی ہوں۔ پلیز مجھے بتاؤ۔ یہ سب کیا ہے؟"

"عصرہ...." وہ اس کے کندھے تھام کے حیرت سے کہتا ہے۔" پتہ نہیں وہ پاگل لڑکی کیا کہہ رہی ہے۔

میری

کوئی دوسری بیوی نہیں ہے۔ میں نے کبھی تم سے بے وفائی کی ہے کیا؟"

دونوں ممکنہ مناظر بلبلے بن کے پھٹ گئے۔

"کیا سوچ رہی ہیں' ماما؟"

وہ چونکی۔ تیزی سے ہاتھ کھینچا تو خود کار نل بند ہو گیا۔ آئینے میں اسے باتھ روم کے کونے میں کھڑی سفید فراک والی بچی نظر آئی تھی۔ اس کے لباس پہ سامنے سرخ دھبے لگے تھے اور وہ مسکرا کے عصرہ کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا آپ ڈیڈ سے پوچھیں گی نہیں؟"

"پوچھا تو وہ کیا کہے گا؟ یا اعتراف کرے گا یا جھوٹ بول دے گا۔ ایک صورت میں میں شوہر ہار دوں گی دوسری صورت میں اس رشتے کا اعتبار۔ میں تو دونوں صورتوں میں ہارتی ہوں' آریانہ۔"

وہ تھکے تھکے انداز میں بولی۔ آریانہ چلتی ہوئی واش بیسن کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کے سفید ہیئر بینڈ کے اوپر بھی خون کا دھبا لگا تھا۔

"کیا معلوم تالیہ جھوٹ بول رہی ہو' ماما۔"

"اور جو وہ دونوں آتشبازی کے دوران ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے' وہ بھی جھوٹ تھا؟" اس نے آئینے کی طرف پشت کر لی اور بیسن سے ٹیک لگا لی۔ وہ تھک چکی تھی۔

"اگر آپ مجھے نہ مارتیں تو آپ دونوں کے رشتے کے درمیان یہ خیانت نہ آتی۔ یہ آپ نے اپنے ساتھ خود کیا ہے' ماما۔ آپ نے ان کے دل سے اپنی محبت خود نکالی ہے۔"

"محبت؟" وہ دھیرے سے ہنسی۔ "فاتح نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی۔ اس نے صرف تم سے محبت کی تھی۔ مجھ سے شادی بھی تمہارے لئے کی۔ جو اس کی آنکھوں میں تالیہ کو دیکھ کے نظر آتا ہے' وہ میرے

لئے کبھی نہیں تھا۔ شاید تمہارے لئے بھی نہیں تھا۔ میں اس.... اس شے کو ان دونوں سے نہیں چھین سکتی۔"

"تو اب آپ کیا کریں گی؟"

"میں...." اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔ مٹھیوں سے اطراف میں بیسن کے کونوں کو بھینچے رکھا تھا۔

"میں جل رہی ہوں' آریانہ۔ میری دنیا جل چکی ہے اور میرا دل راکھ ہو چکا ہے۔ میں نے فاتح کو کھو دیا ہے۔ تمہیں مار کے بھی میں اسے خود سے باندھ نہیں سکی۔"

"آپ نے میری جان لی تھی' ماما۔ یہ آپ کے گناہوں کا بدلہ ہے۔" عصرہ نے آنکھیں کھولیں۔

"اور فاتح کو اس کے گناہوں کا بدلہ کب ملے گا؟ تالیہ کو سزا کب ملے گی؟ اگر انہوں نے شادی کی ہے' تو بھی یہ گناہ ہے۔ میرا اعتبار توڑنے کا گناہ.... مجھے دکھ دینے کا گناہ۔"

"اب آپ کیا کریں گی؟" آریانہ بار بار وہی ایک سوال پوچھ رہی تھی۔

"میرے پاس کرنے کو کچھ نہیں بچا ۔ میں ہار چکی ہوں۔ میں اب فاتح کو نہیں جیت سکتی۔ لیکن....."

وہ مڑی اور نل تلے دونوں ہاتھ رکھے۔ پانی کی دھار گری اور ہاتھوں کا پیالہ لبالب بھر گیا۔ عصرہ نے پانی چہرے پہ ڈالا تو مسکارا بہنے لگا۔ اس نے سیاہ آنکھیں اٹھا کے آئینے میں دیکھا۔

"لیکن میں اس لڑکی کو بھی جیتنے نہیں دوں گی۔ میں اس کو وہاں لے جا کر ماروں گی جہاں سے اس نے گمان بھی نہیں کیا ہوگا۔"

تھوڑی دیر بعد وہ کار کی طرف جاتے ہوئے فون پہ کہہ رہی تھی۔ "فاتح میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں گھر جا رہی ہوں۔" پھر مسکرائی۔ "نہیں ڈیئر' میں بس تھکی ہوئی ہوں۔ ذرا سا آرام کر لوں تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

فون رکھا تو چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ کار تک آ کے اس نے ڈرائیونگ ڈور کھولا' ہکا بکا کھڑے ڈرائیور سے

چابی لی اور اندر بیٹھ گئی۔ سیکیورٹی کو اپنے ساتھ آنے سے سختی سے منع کیا اور کار کو خود چلاتے ہوئے سڑک پہ ڈال دیا۔

"سرمد...." اب وہ فون پہ سپاٹ انداز میں کہہ رہی تھی۔ "مجھے ابھی اسی وقت ملو۔ ہاں میں تمہاری شاپ پہ آ رہی ہوں۔ گاہکوں کو فارغ کر دو۔"

فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی آریانہ نے سوچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ سرمد وہی پیشہ ور ہے نا جس کے ذریعے آپ نے مجھے اغوا کرنے والی نینی ہائر کی تھی۔ آج آپ کس کی جان لینے جا رہی ہیں؟"

"دفع ہو جاؤ آریانہ۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" وہ چلائی اور کار کی رفتار بڑھا دی۔

سرمد کی دکان ایک اندرون بازار میں تھی۔ اس میں ترکش قالین اور نوادرات سجے تھے مگر اس وقت وہ خالی پڑی تھی۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ ایک بغلی دروازے سے سیڑھیاں نیچے اترتی تھیں۔

نیچے ایک خوبصورت سا دیوان خانہ بنا تھا جہاں ایک شیلف نوادرات سے آراستہ کیا گیا تھا اور وہاں میز کرسیاں رکھی تھیں۔ عصرہ اس وقت ایک کرسی پہ بیٹھی تھی۔ اپنے سبز پارٹی ویئر کے برعکس اس کا چہرہ اب میک اپ سے پاک دھلا دھلایا تھا۔

"بتائیے مسز عصرہ...." سامنے بیٹھا نوجوان بے حد دبلا پتلا تھا۔ اس کا سر جسم سے بڑا لگتا تھا اور سیاہ گھنگریالے بال چھتے کی صورت تھے۔ اس چھتے پہ اس نے ایک سرخ ہیر بینڈ لگا کے ان کو پیچھے کر رکھا تھا۔ "میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟"

سینے پہ بازو لپیٹے بیٹھی عصرہ نے گہری سانس لی۔ "تم میرے بابا کے وفادار رہے ہو اور میرے بھی۔ اس دفعہ صرف ایک چیز چاہیے۔ کام میں خود کرلوں گی۔ تم صرف اوزار فراہم کرو گے۔"

سرمد نے اس کی گلابی متورم آنکھوں کو غور سے دیکھا۔ "کام کیا ہے؟"

''کسی کی جان لینی ہے۔'' اس کی آواز کپکپائی۔

''مسئلہ ہی نہیں ہے میں لے لوں گا۔ آپ اپنے ہاتھ کیوں گندے کرتی ہیں؟''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''یہ جان بہت قیمتی ہے اور مجھے بہت محبوب ہے سرمد۔ اسے میں خود لوں گی

۔''

''اور کیا ہتھیار چاہیے آپ کو؟''

''زہر۔ Arsenic''

''صبح تک مل جائے گا۔ مگر آپ پہ الزام تو نہیں آئے گا؟'' وہ فکر مند ہوا۔ تو وہ مسکرا دی۔

''بے فکر رہو۔ الزام اس لڑکی پہ آئے گا جو اس الزام کی اہل ہے۔''

اس کی آنکھوں میں جلتے انگارے صاف دکھائی دے رہے تھے حالانکہ دکان کے اس حصے میں کوئی آتشبازی نہیں ہو رہی تھی۔

☆☆==========☆☆

وہ صبح کے ایل کے آسمان پہ بہت نکھری ہوئی طلوع ہوئی تھی۔ آج آسمان پہ بادل نہیں تھے اور مطلع صاف تھا۔ ایسے میں تتلیوں کے باغ میں بنی روش پہ وہ دونوں چل رہے تھے۔ دائیں ہاتھ چلتا آدمی موبد تھا۔ اس کے کالر سے مائیک لگا تھا اور وہ ہاتھ ہلا ہلا کے ایڈم سے سوالات پوچھ رہا تھا۔ ایڈم کے بال ماتھے پہ بکھرے تھے اور آنکھ کا نیل قدرے مندمل ہو چکا تھا۔ بازو پہ بندھی آرم سلنگ ویسی ہی تھی۔ وہ اپنے زخمی بازو کو گردن سے گویا لٹکائے' مسکرا کے ساتھ چلتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔

دو کیمرہ مین ان کے سامنے اپنے کیمرے لیے الٹے قدموں پیچھے ہٹ رہے تھے۔

''ایڈم اس جمعے کو آپ اپنی کتاب ریلیز کرنے جا رہے ہیں۔ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟''

زخمی ہاتھ والا نوجوان سر جھکا کے مسکرایا اور پھر چہرہ اٹھا کے کہنے لگا۔

"میں اطمینان محسوس کر رہا ہوں۔ میری کتاب آن لائن ریلیز ہو گی اور اسے عام عوام مفت ڈاؤن لوڈ کر سکے گی۔ یہ دوری نگارہ ملایو کا پارٹ ون ہے۔ ابھی میں ان تمام ای میلز کو نہیں پڑھ سکا۔ جب پڑھوں گا تو اگلا پارٹ لکھوں گا۔"

"ای میلز پڑھنے میں اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے؟"

"کیونکہ وہ بہت زیادہ ہیں اور میں ایک اکیلا۔ اور پھر ہر ای میل کو سمجھنے اور اس کا کنکشن بنانے میں وقت لگتا ہے۔"

وہ دونوں روش پہ چلتے پل تک آ گئے۔ کیمرہ مین اب پل کے وسط میں کھڑے تھے اور ان کی ویڈیو بنا رہے تھے۔ ایڈم اینکر کی طرف رخ موڑے بات کر رہا تھا۔ اس کے بازو کے پلستر پہ ایک نیلے اور زرد رنگوں والی تتلی آن بیٹھی تھی۔

"آپ کو مزید دھمکیاں یا رشوتوں کی پیشکش ملی؟"

ایڈم دھیرے سے ہنس دیا۔ "اس مار پیٹ کے واقعے کے بعد کوئی دھمکی تو نہیں ملی البتہ کلائیڈ اینڈ لی کے چند نامی گرامی کلائنٹس نے مجھ سے رابطہ کر کے دوستی کی خواہش ظاہر کی ہے۔"

"تو آپ نے کیا کہا؟"

"میں نے سب سے پہلے انہی کی ای میلز تلاش کر کے ان کے نام کتاب میں ڈالے۔"

اور وہ دونوں ہنس دیے۔

"اگر یہ لوگ آپ کو کورٹ لے گئے تو؟"

"میں نے تو ڈیٹا نہیں چرایا۔ مجھے تو وسل بلوور نے دیا ہے۔ وسل بلوور کو ہمارا قانون تحفظ دیتا ہے۔ اور کلائیڈ اینڈ لی اگر ان کاغذات کو deny نہیں کرے گی۔ وہ وکلاء ہیں اور ان کو معلوم ہے کہ یوں بولے گئے جھوٹ ان کو مصیبت میں پھنسا سکتے ہیں۔ پھر اس فرم نے تو کوئی جرم نہیں کیا۔ ہانگ

کانگ کے قانون کے مطابق انہوں نے ان لوگوں کا روپیہ محفوظ رکھا ہے تو اس میں کچھ غلط نہیں ہے۔
میں صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ ان لوگوں نے جو پیسہ کلائیڈ اینڈ لی میں چھپایا تھا' وہ کمایا کہاں سے تھا؟
صوفیہ رحمن جواب دے دیں' میں اپنی کتاب انٹرنیٹ سے اتارلوں گا۔"
تتلی ہنوز اس کے بازو پہ بیٹھی تھی۔ اور وہ پل پہ چلتا جا رہا تھا۔ پل کے نیچے تنگ سا چشمہ بہہ رہا تھا
جس میں مچھلیاں تیرتی نظر آتی تھیں۔ پل کو سبز بیلوں نے دونوں طرف سے ڈھکا ہوا تھا اور اوپر جا کے وہ
مل جاتیں، گویا سبز چھاتا سا بن جاتا۔ ان پتوں پہ جگہ جگہ چھوٹی بڑی تتلیاں بیٹھی تھیں۔
"ویسے آپ اگر تین چار بڑے آدمیوں سے ڈیل کر لیتے تو آپ کو بے تحاشا دولت مل سکتی تھی۔ پھر
آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"
موہد کو سوال پوچھتے ہوئے توقع تھی کہ وہ کہے گا کہ اسے دولت یا شہرت سے دلچسپی نہیں ہے مگر وہ ایڈم
بن محمد سے ابھی ٹھیک سے واقف نہیں ہوا تھا۔
"دولت سب کو اچھی لگتی ہے' موہد اور مجھے بھی لگتی ہے۔ اور میں ابھی بھی پیسے کما رہا ہوں۔ یہ انٹرویو
کرنے

کے آپ مجھے پیسے دے رہے ہیں۔ جو چینل مجھے بلاتا ہے وہ مجھے پیسے بھی دیتا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں
کہ میں ایک دن آپ سے بھی بڑا اینکر بن جاؤں۔ ملک کا highest paid اینکر۔ تاکہ میں بھی
ایک بہتر زندگی گزار سکوں۔ (موہد نے اسے آنکھوں میں اشارہ کیا مگر وہ سادگی سے کہتا جا رہا تھا۔) میں
اتنا بڑا صحافی بننا چاہتا ہوں کہ میری کتابیں ہاتھوں ہاتھ بکیں۔ سب سے اچھا ڈاکٹر سب سے زیادہ مہنگا
ہوتا ہے۔ جو جتنا اپنی فیلڈ میں اچھا ہوتا ہے وہ اتنے زیادہ پیسے لیتا ہے' کیونکہ وہ انسان کی محنت اور
ٹیلنٹ کی کمائی ہوتی ہے۔ وہ سب میں ضرور کماؤں گا۔ لیکن سچ کو چھپا کے اور ضمیر کو بیچ کے نہیں۔"
وہ دونوں اب پل سے اتر کے اس تنگ روش پہ چلنے لگے جس کے دونوں اطراف درخت تھے۔ جہاں

تتلیاں ہر سو اڑتی پھر رہی تھیں۔ ایک طرف باڑ لگی تھی جس کے ساتھ گرین ہاؤس بنے تھے اور ان میں مختلف رنگوں اور سائز کے کیڑے رینگ رہے تھے۔

"ناظرین ابھی بریک پہ چلتے ہیں۔ ہمارے ساتھ رہیے گا۔" موہد نے کیمرے میں مسکرا کے کہا اور جیسے ہی بتی بجھی' وہ تیورا کے ایڈم کی طرف گھوما۔

"یار۔" مائیک کا بٹن آف کیا۔ "تم بہت سیدھے ہو۔ یہ پیسے کی باتیں آن ایئر نہیں کرتے۔"

"کیوں؟ آپ مجھے انٹرویو کے پیسے تو دیتے ہیں۔"

"ہاں یار مگر یہ جو پبلک ہوتی ہے نا۔" موہد نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور اسے سمجھانے لگا۔ "یہ خود سارا دن بازاروں میں خرید و فروخت بھی کریں گے اور ان کے اپنے ماں باپ کاروبار یا نوکریاں کر کے ان کو پالیں گے' مگر یہ کچھ لوگوں کو ہمیشہ درویش صفت دیکھنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر' اسکالر اور لکھاری۔ لوگ توقع کرتے ہیں کہ چونکہ یہ لوگ معاشرے کے ناسوروں کا علاج کر رہے ہیں' اس لیے ان کو یہ کام مفت میں کرنا چاہیے۔ اور اگر یہ اپنے کام کا معاوضہ لیں تو اسے بری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔"

"مگر سب کے گھر والے کام کرتے ہیں۔ کوئی ٹیچنگ کرتا ہے، کوئی دوسری نوکری کرتا ہے۔ باقی لوگ بھی تو کام کی تنخواہ لیتے ہیں۔ جو اپنی فیلڈ میں جتنا ترقی کرتا جاتا ہے' اس کا معاوضہ اتنا ہی بڑھتا ہے۔ سب پروفیشنلو

ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ میں بھی یہی کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا اچھا۔ لیکن کم از کم مجھے ملک کا highest paid اینکر نہ کہہ دینا۔ انکم ٹیکس والے پیچھے پڑ جاتے ہیں پھر۔" اس نے ہاتھ جوڑے تھے۔ ایڈم نے گہری سانس لی۔

"ویسے آپ ملک کے highest paid اینکر ہیں تو سہی۔ آپ نے خود مجھے بتایا تھا۔" مگر موہد کی گھوری دیکھ کے ہاتھ اٹھا دیے۔

"اوکے آپ کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا لیکن مجھے اپنی محنت اور کام کا برحق معاوضہ لینے میں کوئی شرم کوئی جھجک نہیں ہوتی۔" وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔ اس کے آرم سلنگ پہ تتلی ہنوز اسی طرح بیٹھی تھی۔ سفید پلستر پہ رنگین قلموں سے لکھے دستخطوں کو وہ دیکھے جا رہی تھی اور اس کو دیکھ کے ایڈم نے سوچا تھا کہ معلوم نہیں' اس بار بے تالیہ نے اس کا انٹرویو دیکھا تھا یا نہیں۔

☆☆=========☆☆

قریباً گھنٹہ بھر پہلے حالم کے بنگلے میں اس شام تالیہ مراد تمام کاموں سے فارغ ہو کے ٹی وی کے سامنے آ بیٹھی تھی۔ اس نے آج ایک کیس حل کیا تھا' اور عجلت میں وہ گھر آئی تھی تا کہ انٹرویو مس نہ ہو۔ لاؤنج کی بتیاں بجھائے اور کھڑکی کے پردے ہٹائے' اس نے صرف ٹی وی کی چمکتی اسکرین سے نیم اندھیر لاؤنج کو منور کر رکھا تھا۔ سلاد کا باؤل گود میں رکھے' وہ صوفے پہ آلتی پالتی کیے بیٹھ گئی اور کمرشل بریک گزرنے کا انتظار کرنے لگی۔

ڈور بیل کی چنگھاڑتی آواز نے ایک دم اسے شدید بدمزہ کر دیا۔ ماتھے پہ بل ڈالے تالیہ اٹھی اور سلیپرز پیروں میں گھسیٹتی باہر آئی۔ پورچ تک آتے ہی وہ ٹھہری۔ چھوٹے گیٹ کے باہر کھڑے پراسیکیوٹر احمد نظام دکھائی دے رہے تھے۔

اس نے ایک نظر اپنے حلیے کو دیکھا۔ وہ بالوں میں ہیئر بینڈ لگائے' کھلی سیاہ قمیض اور سفید ٹراؤزر پہنے ہوئے تھی۔ وہ کہیں سے بھی شہزادی نہیں لگ رہی تھی جو پچھلی دفعہ....اونہوں....وہ سامنا کرنے کو تیار تھی۔

"بے تالیہ۔ مخل ہونے کے لئے معذرت۔" پراسیکیوٹر صاحب اس کو دیکھ کے مسکرائے۔ وہ بھی جبراً مسکراتے ہوئے آگے آئی' دروازہ کھولا اور انہیں راستہ دیا۔

"میں آپ کی معذرت قبول کرتی ہوں۔ آیئے۔"

وہ انہیں چھوٹے سے لان میں لے آئی۔ ایک کرسی کو میز کے سامنے یوں رکھا کہ میز کی دوسری طرف سفید کین کا جھولا تھا۔

"اندر نہیں بلائیں گی؟" وہ کرسی پہ بیٹھے تو وہ جھولے پہ بیٹھ گئی اور ٹانگ پہ ٹانگ جمالی۔ دونوں کے درمیان اب ایک میز اور بہت سے شکوک حائل تھے۔

"آپ سرچ وارنٹ کے ساتھ آئیں تو بلالوں گی۔"

تالیہ نے سنجیدگی سے ان کو دیکھ کے کہا جو مسکرا کے اطراف کا جائزہ لے رہے تھے۔ شام ابھی روشن تھی اور گھاس خشک تھا۔ تالیہ کے بائیں ہاتھ کھڑکی تھی جس سے اندر اندھیر لاؤنج میں چمکتی ٹی وی اسکرین دکھائی دے رہی تھی۔ آواز ساؤنڈ پروف شیشوں کے باعث نہیں سنائی دیتی تھی۔

"آپ کا سیاسی انتقام ابھی ختم نہیں ہوا جناب؟ مگر اوہ سوری آپ تو صرف مہرہ ہیں۔ صوفیہ رحمٰن کی bidding کے لئے۔"

احمد نظام نے بہت ضبط سے اسے دیکھا۔ "بچے تالیہ آپ اپنے اعمال کسی اور کے سر نہیں تھوپ سکتیں۔"

"اور کیا کیا ہے میں نے؟"

"بظاہر کچھ بھی نہیں۔ میں نے آپ کے کاغذات بہت باریک بینی سے پڑھے ہیں۔ گو کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ایک آرٹ تھیف' اور کون وومن ہیں مگر اپنی ہر واردات سے کمائے پیسے کو آپ نے خوبصورتی سے کسی پینٹنگ کی فروخت کی مد میں ڈال کے سفید کر رکھا ہے۔ اگر صوفیہ رحمٰن آپ جتنی عقلمند ہوتیں تو اپنے کالے دھن کا منی ٹریل پہلے دن سے بنا رکھتیں مگر حکمران طبقہ منی ٹریل اس لئے نہیں بناتا کہ انہیں پکڑے جانے کا ڈر نہیں ہوتا۔ آپ کو تھا اور میں آپ کی ذہانت کی قدر کرتا ہوں۔"

"اچھا تو اب میں چور بھی ہوں۔ یوں کریں دو چار قتل بھی ڈال دیں میرے اوپر۔ کیس ذرا مضبوط ہو

جائے

گا۔"

"میری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی' چے تالیہ۔" وہ مسکرائے اور پراسیکیوٹر ایسی مسکراہٹ کسی بھی مشتبہ شخص کو چونکانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ "میں نے کہانا' آپ نے اپنی ملکیت میں موجود ہر شے کس طرح خریدی' ساری دولت کس طرح بنائی' آپ کے پاس ہر چیز کا پیپرز میں منی ٹریل ہے۔ سوائے ایک چیز کے۔" وہ ٹھہر کے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگے تو تالیہ نے گہری سانس لی۔

"آپ کو تو مسٹری رائٹر ہونا چاہیے تھا۔"

وہ اس کی آنکھوں سے نظریں ہٹائے بغیر بولے۔

"یہ سرخ آنسو شکل یاقوت اور ہیروں سے مزین انگوٹھی کہاں سے آئی ہے آپ کے پاس چے تالیہ؟"

تالیہ کی لٹ کو لپیٹتی انگلی ٹھہری۔ اس نے ہاتھ سامنے کر کے شام کی نیلگوں روشنی میں اس قیمتی انگوٹھی کو دیکھا اور پھر احمد نظام کو۔

"چچ چچ۔ آپ دو ماہ یہی سوچتے رہے؟ مجھ سے پوچھ لیتے۔ خیر.... یہ ایک گفٹ تھا۔"

"کس کا؟"

مگر تالیہ کے پاس جواب تیار تھا۔

"میری فوسٹر فیملی جو لاہور میں تھی' یہ ان کے دادا.... یعنی میرے فوسٹر دادا کی خاندانی انگوٹھی تھی۔ میں نے ان کی خدمت کی تھی اس لئے انہوں نے یہ مجھے دی تھی۔"

احمد نظام مسکرا دیے۔ "میں نے کافی دن سوچا کہ آپ اس انگوٹھی کو کس کے سر ڈالیں گی اور مجھے آپ کی فوسٹر فیملی کا ہی خیال آیا۔ بیرونِ ملک موجود خاندان جس کو اب تلاش کرنا بھی ممکن نہیں' آپ یقیناً انہی کا نام لیں گی۔ اسی لئے میں نے ان دو ماہ میں نہ صرف ان کو تلاش کر لیا بلکہ ایک جج کی موجودگی میں ان

کے وڈیو بیانات بھی لے لئے۔ پاکستانی دوستوں کا یہ فائدہ تو ہوتا ہی ہے۔''

تالیہ کے اعصاب تن گئے۔ اس کا حلق سوکھنے لگا۔

''اور پھر تالیہ..... یہ انگوٹھی ان کے خاندان سے آپ کو نہیں ملی۔ اس انگوٹھی کو وہاں کوئی نہیں پہچانتا۔ اس سے پہلے کہ آپ یہ کہیں کہ جس یتیم خانے میں آپ نے پرورش پائی' ان کے منتظمین کو یہ بچپن میں آپ کے ہاتھ میں ملی تھی' میں ان سے بھی پوچھ چکا ہوں۔ آپ نے ان کو بتا رکھا ہے کہ آپ ایک اسکول ٹیچر ہیں اور اس انگوٹھی کو بھی وہ نہیں پہچانتے۔''

تالیہ نے دانت پہ دانت جمائے' برہمی سے انہیں دیکھا' ''یہ میری انگوٹھی ہے اور یہ مجھے کسی نے تحفہ دی تھی۔ ملک کا کوئی قانون مہنگے تحفوں کو قبول کرنے کے خلاف نہیں ہے۔''

''جی مگر آپ کو بتانا پڑے گا کہ یہ انگوٹھی آپ نے کہاں سے لی۔ آپ جھوٹ بول کے پہلے ہی میرے اور اپنے درمیان اعتماد کی فضا کو مجروح کر چکی ہیں۔'' وہ ذرا نرمی سے بولے تو اس نے تندہی سے انہیں دیکھا۔

''آپ کا ضمیر آپ کو ایک سیاسی انتقام کا حصہ بننے پہ ملامت نہیں کرتا؟ آپ کو رات کو نیند آ جاتی ہے؟''

''کیا یہ آپ کا واحد ڈیفنس ہے؟''

وہ چپ رہ گئی۔ پھر گہری سانس لی۔

''یہ انگوٹھی مجھے جس نے بھی دی تھی' میں اس کا نام نہیں بتانا چاہتی۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا اور.....''

''اور آپ نے اس سے شادی نہیں کی؟''

''نہیں۔''

"مگر آپ نے اس کی انگوٹھی رکھ لی؟"

"یہ تحفہ تھا اور تحفہ دیتے وقت اس نے مجھے پرپوز نہیں کیا تھا۔"

"مگر پرپوزل وصول کرنے کے بعد آپ نے انکار کے ساتھ انگوٹھی واپس نہیں کی؟"

"آپ مجھے میری اخلاقیات پہ جج نہ کریں تو بہتر ہوگا۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔" وہ غرائی تھی۔ اس کی رنگت دہکنے لگی تھی اور دماغ ماؤف ہو رہا تھا۔

"آپ مجھے اپنے اس suitor کا نام بتا دیں تو میں اس کا بیان لے کر یہ کیس ختم کر دوں گا۔"

اس نے بے بسی بھرے غصے سے اسے دیکھا۔ وہ اڈیئیٹ پراسیکیوٹر 557 برس پرانے ایک سلطان کا بیان کیسے لے سکتا تھا؟

"میں نے کہا نا' یہ تحفہ تھا اور میں نے اسے رکھ لیا ہے۔ یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ مجھے اس کو ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

"ایکچولی آپ کو ہے۔" انہوں نے کوٹ کی جیب سے ایک ننھا فولڈر نکالا اور اس کے سامنے کھول کے رکھا۔ تالیہ نے بھنویں بھینچے اس پہ نگاہ ڈالی۔ شام کی روشنی مطالعے کے لئے نامناسب تھی۔

"میرے پاس اس کو پڑھنے کا وقت نہیں ہے۔"

"یہ انگوٹھی صوفیہ رحمٰن کی ہے۔"

جھولے پہ بیٹھی تالیہ ساکت رہ گئی۔ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ "واٹ؟" اس نے تیزی سے فائل اٹھائی اور صفحے پلٹائے۔

"یہ انگوٹھی چار ماہ قبل صوفیہ رحمٰن کے لاکر سے چوری ہوئی تھی۔ اس کی رپورٹ انہوں نے خفیہ اداروں کو دی تھی اور اس رپورٹ میں لکھی انگوٹھی کی ڈسکرپشن اور تصاویر ہو بہو آپ کی انگوٹھی والی ہیں۔ اس میں اس جیولر کا بیان بھی ہے جس نے یہ انگوٹھی بنائی تھی۔ ہم نے آپ کی تصاویر اس کو دکھائی ہیں اور

وہ اس انگوٹھی کو پہچان گیا ہے۔ میں آپ کے پاس اس انگوٹھی کا وارنٹ لئے حاضر ہوا ہوں۔ ہمیں اس کو فارنزک میں بھیجنا ہوگا۔" اس نے فائل رکھی اور تیکھی نظروں سے انہیں دیکھا۔

"میرا آپ سے ایک سوال ہے پراسیکیوٹر صاحب۔"

"پوچھیے۔"

"آپ نے بہت اچھی تفتیش کی ہے۔ میری انگوٹھی پہ آپ کو شک گزرا۔ اور صوفیہ رحمٰن کی انگوٹھی کی گمشدگی کی رپورٹ سے اس کو میچ کیا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی انگوٹھی ہے۔"

"بالکل۔"

"مجھے صرف اتنا بتائیں۔ پہلے کیا دیکھا تھا آپ نے؟ میری انگوٹھی؟ یا صوفیہ رحمٰن کی رپورٹ؟"

"ایکسکیوز می؟"

"میں خود ہی بتائے دیتی ہوں۔ آپ نے دو ماہ میری انگوٹھی پہ ریسرچ کی اور جب آپ کے بڑوں نے آپ سے پوچھا کہ تالیہ ابھی تک گرفتار کیوں نہیں ہوئی تو آپ نے کارکردگی ظاہر کرنے کے لئے اس انگوٹھی والے شبے کو پیش کر دیا۔ پھر اس کے بعد اچانک سے ایک دن آپ کو صوفیہ رحمٰن کی رپورٹ دے دی گئی۔ آپ اپنی فتح کے نشے میں اتنے دھت تھے کہ یہ بھی نہیں سوچا کہ ایجنسیاں صوفیہ رحمٰن کی ہے۔ جیولر صوفیہ رحمٰن کا ہے، اور پولیس بھی صوفیہ رحمٰن کی ہے۔ انہوں نے منٹوں میں جعلی رپورٹس بنا کے دیں اور آپ نے یقین کر لیا۔ آپ اس انگوٹھی کو لے جائیں۔ (انگلی سے نوچ کے انگوٹھی اتاری۔) اور جیولر سے پوچھیں کہ اس کے ڈائمنڈ پہ کوئی laser inscribed کوڈ تھا؟ آج کل کے ہر ڈیزائنر ڈائمنڈ پہ کوڈ ہوتا ہے اور یہ انگوٹھی آج کے دور کی ہے ہی نہیں۔ مگر نہیں... فارنزک لیب اس کو صوفیہ کی انگوٹھی ثابت کر بھی دے گی اور یہ تصاویر... یہ تو کوئی بچہ بھی فوٹو شاپ کر سکتا ہے۔ مگر میں بغیر کسی خوف کے آپ کو یہ انگوٹھی دے رہی ہوں۔" زور سے انگوٹھی میز پہ پٹخی۔ "کیونکہ میں آپ سے نہیں ڈرتی اور

میں ایک بات جانتی ہوں۔ میں نے..... یہ انگوٹھی.... چوری نہیں کی۔ یہ میری ہے۔ یہ میرا تحفہ ہے۔ اور میں ہر عدالت میں جا کے خود پہ لگا یہ الزام غلط ثابت کروں گی۔ آپ جا سکتے ہیں۔"

احمد نظام کے چہرے کے تاثرات تن چکے تھے۔

"بے تالیہ۔" انگوٹھی کو ٹشو میں اٹھایا اور ایک زپ لاک بیگ میں ڈالتے ہوئے وہ بولے۔" میں آپ کو ویک اینڈ تک کا وقت دیتا ہوں۔ آپ ملک سے باہر نہیں جائیں گی۔ آپ انڈر آبزرویشن ہیں۔ آپ ویک اینڈ تک مجھے اس suitor کا پتہ بتا دیں۔ میں یہ کیس ختم کر دوں گا۔"

تالیہ نے تمسخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔" آج مجھے اس بات پہ فخر ہے کہ میرا ماضی اتنا اجلا نہیں ہے۔ کم از کم ہم جیسے لوگوں کو ایمانداری کا زعم یوں مغرور اور اندھا نہیں بنا دیتا۔"

اور تنفر سے رخ پھیر لیا۔ اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں اور چہرہ غصے سے دہک رہا تھا۔

پراسیکیوٹر احمد نظام نے کار میں بیٹھتے ہوئے بے اختیار سوچا تھا۔

(میں نے واقعی انگوٹھی کی بابت اس سرکاری افسر کو بتایا تھا جو یہ کیس سب سے پہلے میرے پاس لایا تھا۔ اور پھر چند دن بعد اچانک سے ایک دوسرے پراسیکیوٹر نے صوفیہ رحمن کی انگوٹھی کی فائل دکھائی۔ کیا واقعی یہ اتفاق تھا یا...؟ اونہوں)

انہوں نے سر جھٹکا۔

(وہ ایک مکار Con Woman ہے۔ وہ میرے دماغ کے ساتھ کھیل رہی ہے۔ اگر وہ سچی ہے تو اس آدمی سے مجھے ملوا دے جس نے اسے یہ تحفہ دیا ہے۔ بات ختم۔ مگر نہیں۔ تالیہ مراد چور ہے اور یہ انگوٹھی اس کو چور ثابت کرنے کا واحد راستہ ہے۔)

"تم نے اس انگوٹھی کا ٹریل پہلے سے کیوں نہیں بنایا تالیہ؟ اف تم اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتی ہو؟"

رات میں وہ لاؤنج میں سر پکڑے بیٹھی تھی اور داتن غصے میں آگ بگولہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

''صرف وہ انگوٹھی نہیں' ملا کہ سے لائے کسی زیور کا ٹریل نہیں بنایا میں نے۔ وہ سارا زیور ایک محفوظ لاکر میں ہے جو کہ میرے نام پہ نہیں ہے' اس لئے اس ایڈیٹ کو اس کا علم نہیں ہو سکا۔ انگوٹھی بس پہنتی تھی تو اس نے دیکھ لی۔ اف مجھ سے اتنا بڑا بلنڈر ہو گیا۔'' وہ ماتھے کو پکڑے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''فاتح رامزل کا ساتھ دینا تمہیں بہت مہنگا پڑ رہا ہے تالیہ۔''

''مگر میں نے کچھ غلط نہیں کیا' داتن۔'' وہ سر اٹھا کے جیسے اچنبھے سے بولی۔ ''یہ میرا زیور تھا۔ میرا جائز زیور۔ مجھے اس کا نہ خوف تھا نہ گلٹ اس لئے میں نے اس کو نظر انداز کر دیا۔''

''اب کیا ہو گا؟''

''کچھ نہیں ہو گا۔'' اس نے سر جھٹک کے میز سے آئی پیڈ اٹھا کے گود میں رکھا اور اسکرین روشن کی۔ ''جب انسان ایماندار ہو جائے تو ماضی کے گناہوں پہ اسے کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کا خود پردہ رکھتا

ہے۔ یہ ایڈم کہتا ہے۔ مجھے یقین ہے میری ایمانداری کے بدلے سارے کائنات میرا پردہ رکھے گی۔ یہ لوگ مجھے ملایا کا کاغذ نہیں ثابت کر پائیں گے۔ تم دیکھنا۔'' وہ اب روشن اسکرین پہ انگلی پھیر رہی تھی۔ ''مجھے ایڈم کا انٹرویو دیکھنا ہے۔''

''داتن اسے دیکھ کے رہ گئی۔

''ایڈم تمہارے لئے کیا ہے تالیہ؟'' تالیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''وہ میرا دوست ہے۔''

''اور تم نے کبھی سوچا کہ وہ تمہارے بارے میں کیا سوچتا ہے؟ شاید انگوٹھی کا ٹریل واحد چیز نہیں ہے جس کو تم نظر انداز کرتی رہی ہو۔''

خفگی سے کہہ کے داتن آگے بڑھ گئی۔ وہ چند لمحے اچنبھے سے اسے دیکھے گئی' پھر سر جھٹک کے اسکرین

کی طرف متوجہ ہوگئی۔ ذہن البتہ ابھی تک احمد نظام کی باتوں میں الجھا تھا۔

اس کے جھوٹ مسلسل پکڑے جا رہے تھے اور اس کے سچ پہ کوئی یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ کیا کرے گی؟

☆☆==========☆☆

ڈاکٹر دین جمال کا آفس ہلکے اور ٹھنڈے رنگوں کے امتزاج میں سجا تھا۔ سفید دیواریں اور ان پہ آویزاں خوبصورت پینٹنگز' کونوں میں رکھے ان ڈور پودے اور وہ آرام دہ سفید کاؤچ جس پہ فاتح بیٹھا تھا..... ہر شے آنکھوں کو ٹھنڈک دیتی تھی۔ ڈاکٹر دین خود بڑی آبنوسی میز کے پیچھے گھومنے والی کرسی پہ بیٹھے تھے اور ناک پہ عینک جمائے' وہ بغور سامنے پراجمان الجھے الجھے سے وان فاتح کو دیکھ رہے تھے جو ٹوٹے بکھرے انداز میں وقفے وقفے سے بول رہا تھا۔

"میری زندگی کی ایک رات میرے ذہن سے محو ہو چکی ہے۔" وہ کونے میں رکھے پودے کو دیکھ رہا تھا۔ کالر والی سادہ ڈریس شرٹ پہنے' وہ عام سے حلیے میں تھا۔ آج شیو بھی نہیں کی تھی اس لئے مزید ڈسٹرب لگ رہا تھا۔

"اس رات کچھ ہوا تھا' دین۔ اور وہ جانتی ہے کہ کیا ہوا تھا مگر وہ مبہم باتیں کر کے چلی گئی اور میں تب سے ذہنی

اذیت میں ہوں۔"

"تمہیں کیا لگتا ہے' کیا ہوا تھا؟"

"کسی نے مجھے مارا تھا۔ کیونکہ میرے جسم پہ ضربوں اور زخموں کے نشان تھے۔ کچھ پرانے اور کچھ نئے۔ جیسے اس ایک رات میں کافی عرصہ بیت گیا ہو۔ اور پھر وہ خواب....." اس نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

"وہ خواب تمہارے ذہن کی اختراع بھی ہو سکتے ہیں۔"

"تو پھر اس کو ان کے بارے میں کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ وہ پوری جزئیات سے مجھے میرا خواب کیسے بتا سکتی ہے؟" اس نے شکوہ کناں نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا۔

"کبھی کبھی کسی ناخوشگوار واقعے سے جب انسان ڈیل نہیں کر سکتا تو اس کا ذہن اس میموری کو Repress کر دیتا ہے۔ اکثر بچپن کے برے واقعات کو بچے ذہن میں کوئی اور شکل دے دیتے ہیں یہاں تک کہ بڑے ہونے پہ اصل واقعہ انہیں بھول چکا ہوتا ہے اور اس کا متبادل من گھڑت خوشگوار واقعہ ان کو یاد ہوتا ہے۔"

"مگر یہ میرا بچپن نہیں ہے۔ ایک ہی رات میں میں ایسے کچھ نہیں بھول سکتا۔"

"ہو سکتا ہے تمہارے سر پہ چوٹ آئی ہو یا ٹراما کی وجہ سے وقتی طور پہ یادداشت چلی گئی ہو۔ یا شاید اس رات کچھ بھی نہ ہوا ہو۔"

"مگر تالیہ کو کیسے علم ہوا؟" اور یہیں آ کے وہ الجھ جاتا تھا۔

"فاتح تمہارا مسئلہ وہ رات نہیں' تالیہ مراد ہے۔ تم اسی کے بارے میں سوچے جا رہے ہو۔" ڈاکٹر دین نرمی سے کہہ رہا تھا۔ فاتح نے سر جھکا۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

"تم اس لڑکی میں انوولوڈ ہو رہے ہو اور تم جانتے ہو یہ غلط ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ مجھے اس کے ساتھ ہو کے کبھی کچھ غلط محسوس نہیں ہوتا۔ بس یوں لگتا ہے کہ کوئی تعلق ہے ہمارے درمیان۔ کچھ ایسا جسے میں سمجھ نہیں پا رہا۔"

"تو تم اس کے بارے میں کچھ محسوس نہیں کرتے؟" ڈاکٹر نے ابرو اٹھا کے اسے دیکھا۔ اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔

"میں اس کو مس کرتا ہوں۔ جب وہ سامنے آئے تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔ یہ محبت نہیں ہے۔ یہ کچھ اور ہے۔ایسا کبھی پہلے کسی اور کے ساتھ نہیں ہوا۔"

"کیونکہ تمہیں پہلے کبھی کسی سے محبت نہیں ہوئی۔"

"نہیں یار۔میری بیوی ہے میرے بچے ہیں۔میں یوں دوسری عورت کے بارے میں کیسے سوچ سکتا ہوں؟" وہ خود سے بے زار ہوا تھا جیسے۔ڈاکٹر دین نے غور سے اسے دیکھا۔

"محبت کا یہی مسئلہ ہے۔یہ وبا کی طرح کسی کو کہیں بھی لگ سکتی ہے۔یہ شادی شدہ لوگوں کو بھی ہو جاتی ہے۔تمہاری بیوی سے تمہارے تعلقات کئی برسوں سے خراب ہیں۔تم دونوں پر یکطرفکلی ایک سرد کاغذی رشتے کو نبھا رہے ہو۔اتنے برس سے تم مجھے جتاتے آئے ہو کہ وہ کس طرح تمہارے ساتھ توہین آمیز رویہ رکھتی ہے۔وہ تمہیں آریانہ کے کھو جانے کا ذمہ دار سمجھتی ہے حالانکہ آریانہ تمہاری بیٹی تھی' اس کی نہیں۔تمہارا اور تمہاری بیوی کا تعلق برسوں سے ختم ہے۔"

"مگر اب ہم ٹھیک ہیں۔"

"غلط۔اب تمہاری بیوی نے رویہ بدلا ہے کیونکہ وہ تالیہ مراد سے خوفزدہ ہے۔تم بے شک نہ مانو مگر میں اس کرسی پہ اس لئے بیٹھا ہوں کیونکہ میں انسانی رویوں کو پڑھ سکتا ہوں۔تم اپنی بیوی سے بہتر تعلقات کے خواہاں ضرور ہو مگر انسان کے دل سے جب ایک دفعہ اس کا spouse اتر جائے' تو اس رشتے کو واپس پرانی حالت پہ لانا ممکن نہیں ہوتا۔تم معاشرے کے لئے اس کے ساتھ رویہ بہتر کر سکتے ہو اور تم دونوں سکون سے بھی رہ سکتے ہو مگر محبتیں اپنی مرضی سے زندہ نہیں ہوتیں۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟" وہ جیسے ہار مان گیا تھا۔ڈاکٹر دین ہاتھ باہم پھنسائے آگے کو ہوئے سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"تم ایک ایکسٹرا آرڈنری لڑکی کے ساتھ چند ماہ کام کرتے آئے ہو۔میں ابھی تک اس لڑکی کو ٹھیک

سے نہیں سمجھ سکا۔ جتنا تم نے بتایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شخصیت کی مضبوطی' اس کی ذہانت غرض اس کی ہر بات تمہیں متاثر کرتی ہے۔ اگر وہ لڑکی واقعی کوئی چور ہے جیسا کہ تمہیں بتایا گیا ہے تو اس نے تم سے کچھ کیوں نہیں چرایا؟ اس نے صرف تمہاری مدد کی۔ وہ تمہارے کام آئی۔ مگر کیوں؟"

"شاید وہ میرے کاز پہ یقین رکھتی تھی؟"

"شاید۔ یا شاید اس کا مقصد تمہاری توجہ حاصل کرنا تھا۔ لیکن پھر ایک اصولی موقف پہ اس نے تمہیں چھوڑ کیوں دیا؟ اگر وہ تمہیں صرف حاصل کرنا چاہتی تھی تو اسے تمہارے اردگرد منڈلانا چاہیے تھا۔ اگر وہ تمہیں نقصان دینا چاہتی تھی تو ابھی تک تمہیں نقصان کیوں نہیں پہنچا؟ ایک Con Woman اگر خود کو لائم لائٹ میں لے آئے تو اس کا دھندا ہی ختم ہو جائے گا کہ سب اس کو پہچاننے لگیں گے۔ کوئی انسان اتنا سیلف لیس ہو کے کسی کے لئے کام صرف ایک صورت میں کرتا ہے۔"

"کس صورت میں؟" وہ دھیان سے اس کو سن رہا تھا۔

"محبت میں۔ کیونکہ محبت انسان کو بے بس بنا دیتی ہے۔ آپ مختلف طریقوں سے خود کو اس شخص کے قریب رکھنا چاہتے ہیں۔ چاہے اپنی دنیا داؤ پہ بھی لگ جائے۔"

"تم کہہ رہے ہو کہ اسے مجھ سے محبت ہے؟"

"ہو بھی سکتی ہے۔ مگر وہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ ہمارا مسئلہ تم ہو۔ فاتح محبت شادی شدہ لوگوں کو بھی ہو جاتی ہے مگر سمجھدار انسان اس سے پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔ وہ لڑکی شادی شدہ ہے حالانکہ اس کا شوہر کبھی منظر پہ نہیں آیا۔ مگر اس نے تمہارے پاس کام چھوڑ دیا تاکہ وہ تم سے پیچھا چھڑا لے۔ تمہارے دو بچے ہیں اور تمہاری ایک سیاسی پوزیشن ہے۔ سیاستدان کی طلاق اس کو بدنام کر دیتی ہے۔ تمہیں بھی اب اس سے پیچھا چھڑانے کی ضرورت ہے۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

فاتح نے کنپٹی کو دو انگلیوں سے مسلا۔ اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔

''اور وہ کیسے؟''

''مرد اور عورت ایک دوسرے کی طرف تب تک اٹریکٹڈ رہتے ہیں جب تک ان کے درمیان mystery رہتی ہے۔ مخالف صنف کی یہی مسٹری محبتوں اور افئیر ز کی وجہ بنتی ہے۔ ہم اس مسٹری کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ تم اپنی زندگی میں واپس لوٹ سکو۔''

''وہ بھولی ہوئی رات ہمارے درمیان کی سب سے بڑی مسٹری ہے۔''

ڈاکٹر دین نے قلم سے کاغذ پہ کچھ لکھا۔ پھر چند لمحے سوچتا رہا۔

''کیا اس شادی کی تقریب کے بعد تم نے اس سے پوچھنے کی کوشش کی کہ تمہیں وہ رات کیوں بھول چکی ہے؟''

''ہاں۔ میں نے اسے ٹیکسٹ کیا تھا۔''

ڈاکٹر چونکا۔ ''اوہ' اور اس نے کیا وجہ بتائی؟''

''صرف ایک لفظ کہا۔ جادو۔'' وان فاتح نے شانے اچکائے۔

''جادو؟'' ڈاکٹر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ ''خیر تم فکر نہ کرو۔ مجھے کچھ دن دو۔ میں تمہاری ان Repressed یادداشتوں کو واپس لانے کے لئے ایک کولیگ کی مدد سے کچھ کرتا ہوں۔''

''ارے واہ۔ تمہارے پاس ایسا کون سا جادو ہے جس سے یادداشت واپس آ سکتی ہے؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

''میرے پاس جادو سے زیادہ طاقتور اور موثر چیز ہے۔'' ڈاکٹر دین پورے دل سے مسکرایا۔ ''اور اسے میڈیکل سائنس کہتے ہیں۔''

☆☆==========☆☆

ویک اینڈ کی شام وان فاتح کی رہائش گاہ کے لونگ روم میں اس وقت رونق سی لگی تھی۔ اشعر اور عصرہ

صوفوں پہ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ جولیانہ اور سکندر سامنے ٹی وی اونچی آوز سے چلائے ایکس باکس کھیلنے میں مگن تھے۔ ملازمہ چائے اور اسنیکس سرو کررہی تھی جب فاتح کمرے سے نکلا۔ اس نے پینٹ کے اوپر سفید شرٹ اور ٹائی پہن رکھی تھی اور کف لنک لگا رہا تھا۔ عجلت میں لگتا تھا۔ ایک ملازم ہینگر پہ اس کا کوٹ اٹھائے باہر کی طرف جارہا تھا۔

"فاتح؟" عصرہ نے مسکرا کے اسے پکارا تو وہ جو کف لنک لگاتے ہوئے الجھ رہا تھا' ہلکا سا مسکرایا۔

"سوری میں آپ لوگوں کو جوائن نہیں کرسکوں گا۔ مجھے ایڈم کی کتاب کی تقریب میں پہنچنا ہے۔"

"اوکے۔ کوئی پرابلم نہیں۔" عصرہ مسکرا کے اٹھی اور اس کے سامنے آرکی۔ پھر بہت محبت سے اس کے کف پہ کف لنک جوڑنے لگی۔

"تھینک یو۔" اس نے عصرہ کو دیکھا تو محسوس کیا کہ وہ تھکی تھکی سی لگ رہی ہے۔ جیسے کوئی انسان اندر سے کھوکھلا ہونے کے باوجود مسکرا تا رہے۔

"تم ٹھیک ہو؟"

"ہاں۔ مگر یادداشت کمزور ہونے لگی ہے۔ بتانا ہی بھول گئی کہ تالیہ نے سوئیٹس بھیجی تھیں۔" ماتھے کو چھو کے اس نے ملازمہ کو آواز دی۔ پھر بچوں کو والیوم ہلکا کرنے کا کہا۔ سکندر نے تابعداری سے آواز کم کی تو ذرا خاموشی ہوئی۔ ایسے میں عصرہ کی بات سب گواہوں نے غور سے سنی تھی۔

"تالیہ نے کوکوپھل سے کوئی پیسٹریز بنا کے بھیجی ہیں۔ تمہارے اور میرے لیے۔ ہاؤ سوئیٹ آف ہر۔"

ملازمہ ایک ٹوکری اٹھالائی۔ یہ اس ٹوکری جیسی تھی جو فاتح نے تالیہ کے گھر میں دیکھی تھی۔ اس کے اندر بس دو پیسٹریز رکھی تھیں۔ ایک کیرٹ کیک کا ٹکڑا تھا اور ایک چاکلیٹ والی تھی۔ فاتح نے ایک نظر ان کو دیکھا۔

''کوئی خاص وجہ؟''

''وہ ممنون تھی کہ ہم نے اس کے خلاف حکومتی کیس کو مضبوط نہیں ہونے دیا۔'' عصرہ نے کیرٹ کیک کا ٹکڑا خود اٹھالیا اور چاکلیٹ پیسٹری کی طرف اشارہ کیا۔

''کھاؤ نا۔ تمہارے لیے میں نے چاکلیٹ والی رکھی ہے کیونکہ اس میں نٹس ہیں اور تم تو جانتے ہو ڈیئر مجھے نٹس الرجی ہے۔ بلکہ میں نے تالیہ کو بھی بتا رکھا تھا۔ خیر تم لو نا۔'' وہ کیرٹ کیک کھاتے ہوئے غور سے اسے دیکھ

رہی تھی۔ فاتح نے ایک نظر اشعر کو دیکھا جو تالیہ کے ذکر پہ جان بوجھ کے فون پہ مصروف ہو گیا تھا اور پھر اس نے شانے اچکا دیے۔

''ابھی دل نہیں چاہ رہا۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔''

''اس نے اتنے خلوص سے بھیجی ہیں۔ چکھ تو لو۔''

''واپس آ کے۔'' وہ سب کو خدا حافظ کہتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عصرہ نے کیرٹ کیک کھاتے ہوئے غور سے اسے جاتے دیکھا۔ پھر ملازمہ کو کیک فریج میں رکھنے کی ہدایت کی اور بچوں کو یاد دہانی کروائی۔

''کوئی اس کیک کو ٹچ نہیں کرے گا۔ یہ تالیہ آنٹی نے صرف ڈیڈ کے لیے بھیجا ہے۔ ٹھیک؟''

سکندر نے سر ہلا دیا۔ جولیانہ نے البتہ سنا ہی نہیں۔ وہ اسکرین پہ نظریں گاڑھے کھیلتی رہی۔ عصرہ واپس صوفے پہ جا بیٹھی اور گفتگو کا سلسلہ وہیں سے جوڑنا چاہا البتہ اشعر قدرے خفا ہوا۔

''کاکا... تم لوگ اس لڑکی سے اب پیچھا چھڑا لو۔ اس پہ کیس چلے گا تو ہم سب بدنام ہوں گے۔''

''نہیں ایش۔'' وہ اداسی سے مسکرائی۔ ''میں اب اس سے پیچھا نہیں چھڑانا چاہتی۔ وہ فاتح سے کبھی دور نہیں جائے گی۔ میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔'' اور وہ سچ کہہ رہی تھی۔ اس نے ہار قبول کر لی تھی۔

وہ تالیہ سے بھی ملے گا اور وہ اسے بتا دے گی کہ وہ پیسٹریز اس نے نہیں بھیجیں لیکن عصرہ کو اس بات کی پرواہ نہ تھی۔ اس کے بچوں اور اشعر نے سن لیا تھا کہ وہ تالیہ نے بھیجی ہیں۔ اتنے گواہ بہت تھے۔

موبد کے چینل کے زیرِ اہتمام ایک مقامی ہوٹل میں ایڈم بن محمد کی پریس سجائی گئی تھی۔ اسٹیج پہ اس وقت میز کے پیچھے خالی کرسیاں رکھی تھیں۔ ان کے عقب میں بڑی اسکرین پہ ایڈم کی کتاب کا سرورق دکھایا جا رہا تھا۔ تقریب شروع ہونے میں ابھی وقت تھا اس لیے اسٹیج خالی تھا اور مہمان ٹولیوں کی صورت کھڑے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ مشروبات سرو کیے جا رہے تھے اور چہ مگوئیاں جاری تھیں۔ ایسے میں گلاس اٹھائے مہمانوں کے درمیان سے گزرتی تالیہ صرف ایک چہرے کو ڈھونڈ رہی تھی جس کو صبح ہی اس نے مدعو کیا تھا اور اسے امید تھی کہ وہ آئے گا۔

اور پھر وہ اسے نظر آ ہی گیا۔ چند لوگوں میں گھرا کھڑا مسکرا کے بات کرتا وان فاتح۔ وہ اکیلا تھا۔ عصرہ ساتھ نہیں آئی تھی۔ تالیہ کو حیرت ہوئی۔ فاتح نے اسے دیکھا تو دوسرے مہمانوں سے معذرت کر کے اس طرف آیا۔ چند قدم وہ چلا۔ چند قدم تالیہ چل کے آئی۔ اسے دیکھ کے وہ جیسے بہت خوش ہوا تھا۔

''مسز عصرہ نہیں آئیں؟''

''نہیں۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ ایڈم کہاں ہے؟''

''وہ بیک اسٹیج ہے۔ اپنی تقریر دہرا رہا ہے۔'' وہ بھی اسے دیکھ کے خوش ہوئی تھی۔ آج اس نے سیاہ اسکرٹ پہ سفید بلاؤز اور سیاہ کوٹ پہنے بالوں کو کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ بنا میک اپ کے چہرہ اور اس پہ فاتح کو دیکھ کے آئی مسکراہٹ۔ کیوں اس کو دیکھ کے احساس ہوتا تھا کہ دونوں کے درمیان کوئی تعلق تھا؟ کچھ ایسا جو وہ چاہ کے بھی یاد نہیں کر پا رہا تھا۔

''تھینک یو۔ سویٹس کے لیے۔'' وہ مسکرا کے کہنے لگا تو تالیہ کے ابرو اچھنبے سے اکٹھے ہوئے۔

''سویٹس؟''

"پیسٹریز۔ براؤنیز۔ واٹ ایور۔ مگر اس کی ضرورت نہیں تھی۔"

تالیہ نا سمجھی سے مسکرائی۔"میں.... آئی ایم سوری.... واٹ؟"

"بے تالیہ۔" اسے کسی نے پکارا اور وہ ایک منٹ رکو کہنا چاہتی تھی کہ فاتح کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھے تو چونک کے مڑی۔

پراسیکیوٹر احمد نظام تین سوٹ والے افراد کے ساتھ کھڑے تھے۔

"آپ یہاں کیا کہہ رہے ہیں؟" فاتح نے برہمی سے پوچھا۔احمد نظام نے کاغذ کا ایک ٹکڑا اس کی طرف بڑھایا۔

"ہمارے پاس تالیہ مراد کی گرفتاری کے وارنٹ ہیں۔ بے تالیہ.... آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔"

تالیہ بالکل ٹھہر کے ان کو دیکھنے لگی۔ فاتح نے البتہ ناگواری سے کاغذ لیا اور اسے کھول کے دیکھا۔ چونکہ دور

دور تک ٹولیوں کی صورت مہمان بکھرے تھے اس لیے فی الوقت کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"آپ کی انگوٹھی کی فارنزک رپورٹ آ گئی ہے۔ یہ وہی انگوٹھی ہے جو صوفیہ رحمٰن کی ملکیت میں تھی۔"

احمد نظام نے فاتحانہ انداز میں جتایا تو اس نے گہری سانس لی۔

"ٹھیک ہے۔ آپ مجھے گرفتار کر لیں۔ مگر یہ ایڈم کی سب سے بڑی تقریب ہے۔ میں اس کے انٹرویوز مس کر دیتی ہوں۔ میں اس کو مس نہیں کرنا چاہتی۔ آپ تقریب کے اختتام پہ مجھے گرفتار کر لیجیے گا۔" وہ بہت ضبط سے بولی۔

"قانون اندھا ہوتا ہے بے تالیہ۔"

"مگر آپ کی تو آنکھیں ہیں۔" وہ درشتی سے بولا۔"اگر تالیہ نے انگوٹھی چرائی ہوتی تو وہ اسے سرعام پہن کے گھوم رہی ہوتی؟ واٹ ربش۔"

"میں آپ کے ساتھ صرف اتنی رعایت کر سکتا ہوں کہ میں آپ کو کار تک بغیر ہتھکڑی لگائے لے جاؤں تا کہ اطراف کے لوگوں کو فی الوقت علم نہ ہو اور اس نوجوان کی تقریب خراب نہ ہو۔ لیکن اگر آپ مجھے انتظار کروائیں گی تو یہ آفیسرز آپ کو ہتھکڑی لگا دیں گے۔ آگے آپ کی مرضی ہے۔"

تالیہ نے ایک نظر اسٹیج کو دیکھا۔ ایڈم ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ پھر دوسری نظر اس نے اطراف میں ڈالی۔ وہاں اونچے شملے والے شہر کے معززین موجود تھے۔ وہ ان سب کے درمیان بے عزت ہو جائے یہ اسے گوارا نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔" پھر وہ فاتح کی طرف پلٹی۔ "آپ..."

"ڈونٹ سے آ ورڈ!" اس نے ہاتھ اٹھا کے روکا۔ "اس وقت تمہارے پاس خاموش رہنے کا حق ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں کسی وکیل کو بھیجتا ہوں تمہاری طرف۔" وہ فکرمندی مگر سبھاؤ سے کہہ رہا تھا۔ تالیہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"آپ جانتے ہیں میں نے وہ مجسمہ کیوں بنایا تھا؟"

"تالیہ.... شش.."

"بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ مجسمہ شہزادی تاشہ نے وانگ لی کے احترام میں بنایا تھا۔ مگر کچھ لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ شہزادی وہاں وانگ لی کے غلام سے ملنے آتی تھی۔ ایڈم سمجھتا ہے کہ میں نے وہ مجسمہ اس لیے بنایا تھا تا کہ زمین میں خزانہ چھپا سکوں۔ مگر میں نے ان میں سے کسی وجہ کی بنا پہ وہ مجسمہ نہیں بنایا تھا۔" وہ دھیمی آواز میں کہہ رہی تھی۔ نگاہیں اس کی آنکھوں سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔ وہ بہت الجھ کے مگر بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اگر آپ اس رات کا راز جاننا چاہتے ہیں تو آپ کو اس مجسمے کو توڑنا ہوگا۔ آپ کو وانگ لی کا مجسمہ توڑنا ہوگا' تو انکو۔ وہ میں نے توڑنے کے لیے ہی بنایا تھا۔"

"تالیہ..." وہ اسے چاہنے کے باوجود بھی نہیں روک سکتا تھا۔

وہ مڑی اور احمد نظام کو اشارہ کیا۔ "چلیں۔ میں آپ کے اندھے قانون کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

انہوں نے سر کو خم دیا اور تالیہ کے ہمراہ آگے بڑھ گئے۔ ان کے ساتھی افسران پیچھے آئے۔

باہر ایک پولیس کار کی بیک سیٹ پہ وہ بیٹھی ہی تھی کہ ایک آفیسر نے درشتی سے اس کی کلائیوں پہ ہتھکڑی لگائی۔ کلک کی آوز سے کڑا بند ہوا تو تالیہ نے ایک نظر اپنی مقید کلائیوں پہ ڈالی۔ اور پھر... تپش بھری آنکھیں اٹھا کے فرنٹ سیٹ پہ بیلٹ پہنتے پراسیکیوٹر کو دیکھا۔

"میں تم سب کے چہرے یاد رکھوں گی۔ اور ایک دن تمہارے یہی جھکے ہوئے چہرے مجھ سے معافی مانگیں گے۔"

☆☆==========☆☆

(حالم کی اگلی قسط آپ انشاءاللہ 15 ستمبر کو پڑھ سکیں گے۔)

حالم (نمرہ احمد)

سترہواں باب:

''سات راتیں' چھ دن' پانچ خطوط''

اس نے خواب میں دیکھا کہ...

اس کے ہاتھ زنجیروں میں بندھے تھے...

دو افراد اس کے عقب میں کھڑے محسوس ہوتے تھے...

اور سامنے ایک ماتھے پہ سرخ پٹی باندھے کھڑا مرد تھا...

اس مرد نے زرتار پوشاک پہن رکھی تھی....

اور اس کے لمبے سیاہ بالوں کے ہالے میں چہرے پہ برہمی تھی...

اس کے انداز میں کچھ خوفزدہ کرنے والا تھا...

مگر اس نے خود کو بلا خوف کہتے سنا۔

''تمہاری بیٹی ایک سمندری سفر پہ گئی تھی جس سے وہ لوٹ کے نہیں آئی تھی۔

اگر تم اس کو بچانا چاہتے ہو تو اسے کسی سمندری سفر پہ نہ بھیجنا۔''

''مجھے تمہاری کسی بات پہ یقین نہیں ہے۔'' وہ آدمی غرایا تھا۔

''جاؤ اور میرے قید خانے میں اپنی باقی ماندہ زندگی گزارو۔''

اس نے خود کو مسکراتے دیکھا۔

''بہت جلد تم اتنے مجبور ہو جاؤ گے مہاراجہ کہ تم خود مجھے یہاں واپس بلاؤ گے۔

اور اس کرسی پہ مجھے بٹھا کے میرے ساتھ مذاکرات کرو گے۔''

ایک عجیب سی کیفیت میں اس کی آنکھ کھلی تھی۔

☆☆==========☆☆

احمد نظام اسے "بالائی پولیس مسجد انڈیا" والے پولیس اسٹیشن میں لائے تھے۔ وہ مسجد انڈیا نامی علاقے کا ایک چھوٹا اسٹیشن تھا اور اس کے آس پاس اس وقت کوئی صحافی وغیرہ نہ تھا جو تالیہ مراد کو وہاں دیکھ کے پہچان لیتا۔

کچھ دیر بعد اسے ایک انٹروگیشن روم میں بٹھا دیا گیا اور پوچھ گچھ شروع ہو گئی۔

وہ ایک خالی کمرہ تھا۔ درمیان میں میز رکھی تھی اور سامنے آدھی دیوار آئینے کی بنی تھی۔ وہ جانتی تھی اس کے پار کھڑے تفتیشی افسران کو وہ دکھائی دے رہی ہوگی البتہ وہ ان کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ ایک کرسی پہ بیٹھی تھی اور ہتھکڑیوں والے ہاتھ میز پہ رکھے سامنے بیٹھے پراسیکیوٹر اور پولیس افسر کو خاموشی سے گھورے جا رہی تھی۔

(تالیہ ایک وحشت ناک پنجرے میں بھی بند ہو چکی تھی اور ایک پرتعیش محل میں قید بھی ہو چکی تھی۔ وہ ان کی عام جیلوں سے نہیں ڈرتی تھی۔) سر جھٹک کے اس نے خود کو تسلی دی البتہ کوئی شے تھی جو اندر ہی اندر اس کے اعصاب کو ہلا رہی تھی۔

"کل آپ کو عدالت میں پیش کیا جائے گا تالیہ۔" پراسیکیوٹر احمد نظام سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔ سیاہ بالوں والی لڑکی بس چبھتی نظروں سے انہیں دیکھے گئی۔ بولی کچھ نہیں۔

"آپ اب بھی چاہیں تو سچ بول سکتی ہیں یا پھر.... آپ کو اپنے وکیل کا انتظار ہے۔"

"تالیہ کسی سے ڈرتی نہیں ہے جو اسے وکیل کی مدد کی ضرورت ہو۔ اگر میں چپ ہوں تو اس لئے کہ آپ کو میرے سچ کا یقین نہیں آئے گا۔"

احمد نظام مٹھیاں میز پہ جمائے آگے کو جھکے اور سنجیدگی سے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے۔

آگے انہوں نے جو بھی کہا تالیہ نے نہیں سنا۔ اسے آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں۔ وہ یک ٹک ان کے ہلتے لبوں کے پیچھے دانتوں کو دیکھ رہی تھی جن سے خون نکل رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دو داڑھیں ٹوٹیں اور ان کی زبان سے پھسلتی میز پہ آن گریں۔ خون آلود لمبی جڑ والی داڑھیں۔

"تالیہ؟"

اس نے چونک کے ادھر ادھر دیکھا۔ میز صاف تھی۔ احمد نظام کا منہ بھی صاف تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔ "میں آپ کے سچ کا یقین کروں گا۔ آپ سچ بولنے کی کوشش تو کریں۔"

اوہ..... اس کے خواب..... اس نے سر جھٹکا اور پیچھے کو ٹیک لگائی۔

"آپ کریں گے یقین؟" چیلنجنگ انداز میں ابرو اٹھا کے پوچھا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ساتھ بیٹھا تفتیشی افسر

خاموشی سے بیٹھا سنتا رہا۔

''تو پھر سنیے....'' تالیہ نے ٹیک لگائی اور ہتھکڑیوں والے ہاتھ گود میں رکھ کے گویا ہوئی۔

''چند ماہ قبل میں ایک رات وان فاتح کے ملاکہ والے گھر گئی تھی۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہاں ایک خزانہ دفن ہے۔''

''آپ کو کیسے معلوم ہوا تھا؟''

''مجھے ٹوکیے مت۔ مجھے سچ بولنے دیجیے۔'' شہزادی نے پیشانی پہ بل ڈال کے کہا۔ ''میں اسی خزانے کے لئے اس گھر کو کرائے پہ لینا چاہتی تھی مگر ایسا ہو نہیں سکا۔ پھر اس رات مجھے اس گھر کے صحن میں ایک ٹریپ ڈور ملا۔ وان فاتح اور ایڈم میرے ساتھ تھے۔ میں سمجھی تھی اس کے پیچھے خزانہ ہوگا مگر جب ہم نے وہ دروازہ کھولا تو اس کے پار....'' اس نے گہری سانس لی۔ دونوں غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ''اس کے پار ایک جنگل تھا۔ اس دوران ہمیں معلوم ہوا کہ ہم اکیسویں صدی سے واپس پندرہویں صدی کے ملاکہ میں چلے گئے ہیں۔ وہ وقت کا دروازہ تھا جسے ہم نے کھولا تھا اور ہم واپس نہیں جا سکتے تھے۔''

تفتیشی افسر کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی جسے اس نے بند مٹھی منہ پہ رکھ کے چھپا لیا۔

''یعنی کہ آپ تینوں وقت میں پیچھے چلے گئے تھے۔ پھر؟'' احمد نظام سنجیدگی سے بولے۔

''ہم چار دن اس جنگل میں سفر کرتے رہے اور پھر ہم اس سے نکلے تو.....''

''چار دن آپ نے گزارا کیسے کیا؟ کھانے پینے کا سامان ساتھ تھا؟''

''نہیں۔ ہم نے گراس ہوپرز کھائے اور بے بسی بھرا غصہ پیا۔ اب میں آگے چلوں؟''

''شیور۔ شیور۔ پھر آپ جنگل سے نکلے تو؟''

''تو ہمیں ایک غلاموں کے بیوپار گروہ نے قید کر لیا۔ وہ ہمیں ملاکہ شہر لے گئے۔ ایڈم اور میں تو ان کی گرفت سے بھاگ گئے مگر فاتح صاحب نہیں بھاگ سکے۔ بہر حال تب مجھے علم ہوا کہ میرا تعلق اسی دنیا سے ہے۔ تیرہ سال کی عمر میں، میں وقت کا دروازہ پار کر کے اس نئے زمانے میں آ گئی تھی۔ میں نے اپنے بابا کو ڈھونڈا تو پتہ چلا وہ بندا ہارا مراد راجہ بن چکے ہیں۔ وہاں لوگوں سے میرا تعارف ان کی بڑی بیٹی تاشہ بنتِ مراد کے طور پہ کروایا گیا اور مجھے شہزادی بنا دیا گیا۔ جبکہ ایڈم کو میں نے اپنا مورخ مقرر کر دیا۔ ہماری ساری کوششیں مراد راجہ سے وقت کی چابی لینے اور فاتح کو آزاد کروانے میں صرف ہوئیں۔ اس کام میں چار ماہ لگے اور بالآخر راجہ نے ہمیں جانے دیا۔ وہ انگوٹھی مجھے سلطان مرسل شاہ نے تحفے میں دی تھی اور ہر اچھی شہزادی کی طرح میں تحفے نہیں ٹھکرا سکتی تھی کیونکہ سلطان اسے علمِ بغاوت کے مترادف سمجھتا۔ سلطان سے شادی نہ کرنے کے لیے مجھے وان فاتح سے شادی کرنی پڑی سو ٹیکنیکلی میں ان کی بیوی ہوں۔ چار ماہ قدیم ملاکہ میں گزارنے کے بعد ہم واپس آئے تو میں

کچھ چیزیں ساتھ لے آئی۔ یہ انگوٹھی انہی میں سے ایک ہے۔ یہ میری ہے اور میں نے اسے نہیں چرایا۔ ہم واپس آئے تو وقت ٹھہرا ہوا تھا اور ہم اسی رات میں واپس آئے تھے۔ مسئلہ صرف اتنا ہوا کہ فاتح صاحب کو وہ زمانہ بھول گیا البتہ مجھے اور ایڈم کو سب یاد ہے۔ اب آپ بتائیں۔ آپ کو یقین آیا میری بات پہ؟'' اس کے لہجے میں طنز تھا۔

احمد نظام گال تلے ہتھیلی رکھے بغور اسے دیکھ رہے تھے۔ آخری بات پہ ہنکارا ابھرا اور سر ہلایا۔

''میرا سوال اب بھی وہیں ہے۔ آپ کو کیسے علم ہوا کہ اس گھر میں خزانہ مدفن ہے؟''

''کیونکہ مجھے....'' وہ آگے ہوئی اور ان کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''سچے خواب آتے ہیں۔ میں مستقبل کے مناظر دیکھ سکتی ہوں۔ مجھے وہ نظر آتا ہے جو عام لوگوں کو نظر نہیں آتا۔''

احمد نظام چند لمحے اسے تاسف سے دیکھتے رہے پھر گہری سانس لے کر اٹھے۔

''بچے تالیہ.... آپ کی اس کہانی پہ میں ویسے بھی یقین نہ کرتا لیکن اس خواب دیکھنے والی بات نے اس کو انتہائی بوگس بنا دیا ہے۔ یعنی آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ قید بھی ہوئیں' پھر شہزادی بھی نکل آئیں' اور مستقبل کے وزیراعظم بھی آپ کے ساتھ تھے' بلکہ انہوں نے آپ سے شادی بھی کر لی؟ اور پھر آپ وہاں سے قیمتی زیورات لے کر واپس بھی آ گئیں۔ اور ہاں سلطان بھی آپ کی محبت میں گرفتار تھا اور آپ اس کی ملکہ بننے والی تھیں.... یہ اسٹوری تو اگر کسی فلم کی ہو تو اسے بھی فلاپ کروا دے' اور آپ اس کہانی کو کورٹ میں اپنے واحد ڈیفنس کے طور پہ استعمال کر رہی ہیں؟''

تالیہ نے نظریں اٹھا کے تندہی سے اسے دیکھا۔ ''آپ کو اندازہ بھی نہیں ہے کہ میں کن حالات سے گزری ہوں۔''

''یو نو.... میرا ایک دوست کہا کرتا تھا کہ جب تک انسان کسی دوسرے کی جگہ پہ کھڑا نہ ہو' وہ اصل کہانی نہیں جان پاتا۔ ایک ہی روایت میں اگر راوی اور مروی کی جگہیں بدل دی جائیں تو سارا قصہ ہی بدل جاتا ہے۔ مگر آپ کی بات سمجھنے کے لئے بچے تالیہ مجھے جگہ نہیں دنیا ہی بدلنی ہو گی۔ ساری باتیں چھوڑ دیں' کیا آپ صرف یہ ثابت کر سکتی ہیں کہ آپ کو سچے خواب آتے ہیں؟''

''جی۔ کر سکتی ہوں۔''

''اوکے۔ کس طرح؟'' وہ ہتھیلیاں میز پہ رکھ کے اس کے سامنے جھکے۔ تالیہ نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

''میں نے آپ کے بارے میں دیکھا ہے کہ آپ کی دو داڑھیں گر گئی ہیں۔ وہ بھی خون آلود ہو کے۔ دانت کسی انسان کے رشتے داروں اور دوستوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ داڑھوں کی جڑیں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ یعنی بوڑھے لوگ۔ آپ کے عزیز و اقارب میں دو لوگ مرنے والے ہیں' وہ بھی خونی موت۔ ایک دانت بڑا تھا اور ایک چھوٹا۔ ایک بوڑھا مرد۔ اور

ایک بوڑھی عورت کچھ عرصے میں مر جائیں گے۔"

احمد نظام نے گہری سانس لی۔اور سر جھٹکا۔"ظاہر ہے کہ آپ جانتی ہیں میرے دونوں والدین کینسر پیشنٹ ہیں اور ان کی زندگی بہت کم رہ گئی ہے۔اگر انہیں کچھ ہوا بھی تو میں اسے آپ کے خواب کی تعبیر نہیں سمجھوں گا چے تالیہ۔سی یو ان کورٹ ٹو مارو۔"

احمد نظام نے اپنا فون اٹھایا اور وہاں سے نکل آئے۔

باہر رات پھیل چکی تھی مگر پولیس اسٹیشن میں معمول کا رش لگا تھا۔وہ اپنی دھن میں آگے بڑھتے ہوئے راہداری کے کونے تک پہنچے تھے جب ایک سیاہ سوٹ والے آدمی کو سامنے سے آتے دیکھا۔وہ آدمی ان کے ساتھ سے گزر کے آگے بڑھ گیا تو انہوں نے یونہی گردن موڑ کے دیکھا۔وہ انٹیروگیشن روم کی طرف جا رہا تھا۔احمد نظام نے قریب سے گزرتے ایک سپاہی کو روک کے استفسار کیا۔

"یہ آدمی کون ہے اور اندر کیوں جا رہا ہے؟"

"میں پتہ کرتا ہوں۔" سپاہی بھی انٹیروگیشن روم کی طرف لپکا۔احمد نظام رک کے انتظار کرنے لگے۔چند لمحے بعد وہ سپاہی واپس آیا اور ان کو بتایا۔

"یہ وہ اس لڑکی کا وکیل ہے۔تالیہ.....تالیہ مراد کا وکیل۔"

وکیل۔یعنی اب ایک طویل قانونی جنگ کا آغاز ہونے والا تھا!

احمد نظام نے گہری سانس لی اور آگے بڑھ گئے۔وہ پارکنگ لاٹ تک آئے تھے جب ان کے قدم زنجیر ہوئے۔ایک خیال ان کے ذہن سے ٹکرایا اور اس نے انہیں پتھر کا بت بنا دیا۔

اس ایک عجیب لمحے میں ان پہ انکشاف ہوا تھا کہ تالیہ مراد سچ کہہ رہی تھی۔

اگلے ہی پل وہ تیزی سے آگے کو بھاگے......

☆☆=========☆☆

پہلی رات:۔

وہ انٹیروگیشن روم میں اسی طرح بیٹھی تھی۔احمد نظام جا چکے تھے اور تفتیشی افسر سامنے موجود تھا۔ان کے جانے کے بعد وہ کھنکھار کے گویا ہوا۔

"دیکھیں تالیہ.... میں نے آپ کا بیان سنا ہے....." اس نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے گہری سانس لی۔ "اور میں آپ کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہوں۔ احمد نظام کافی سخت طبیعت اور چھوٹے ذہن کے آدمی ہیں اور....."

"اوہ پلیز...." اس نے بے زاری سے بات کاٹی۔ "میرے ساتھ گڈ کاپ' بیڈ کاپ مت کھیلیں۔ مجھے آپ سے زیادہ کرتب آتے ہیں۔"

اور دل میں اس نے سوچا تھا۔ یہ ایک ConWoman کو Con نہیں کر سکتے۔ بے وقوف۔

تبھی دروازہ کھلا اور ایک سیاہ سوٹ والا آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ دراز قد' جیل لگے بالوں اور سانولی رنگت کا حامل ہندوستانی نقوش کا آدمی تھا جس کے ماتھے پہ بل پڑے تھے۔ اس نے کھٹاک سے ایک فائل میز پر رکھی تو تفتیشی افسر نے چونک کے سر اٹھایا۔ دراز قد آدمی نے احمد نظام کی خالی کرسی اٹھائی' اور میز کی دوسری جانب تالیہ کے ساتھ لا کے رکھی' پھر کوٹ کا بٹن کھولتے ہوئے بیٹھا۔ تفتیشی افسر نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"ایک منٹ..... آپ ایسے کیسے اندر آ گئے۔"

سانولا آدمی گردن موڑ کے تالیہ سے پوچھنے لگا۔ "انہوں نے کوئی بدسلوکی تو نہیں کی تمہارے ساتھ؟ اور تم نے کچھ کھایا پیا ہے یا نہیں؟" اس کے انداز میں ایک اپنائیت سی تھی۔ وہ بس نفی میں سر ہلا کے رہ گئی۔

"جناب آپ کی تعریف؟" تفتیشی افسر نے برہمی سے پوچھا تو اس آدمی نے چہرہ موڑ کے تندہی سے اسے دیکھا۔

"میں تالیہ مراد کا وکیل دولت بن امان ہوں۔" اپنا کارڈ اس کے سامنے لہرایا اور پھر ناقدانہ نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ "کولنگ سسٹم کام نہیں کر رہا کیا؟ آپ نے میری کلائنٹ کو اس گرمی میں بٹھا رکھا ہے؟" ساتھ ہی ٹائی کی ناٹ قدرے ڈھیلی کی۔ ماتھے کے بل ہنوز پڑے ہوئے تھے۔

"آپ غالباً سپریم کورٹ کے سینئر وکیل ہیں۔ ہمارے چھوٹے موٹے تھانوں میں آپ کا آنا جانا کم ہوتا ہے ورنہ آپ کو ہمارے حالات معلوم ہوتے۔" تفتیشی افسر طنز سے بولا۔ تھوڑی دیر پہلے کی نرم خوئی اب عنقا ہو چکی تھی۔

"واٹ ایور۔" دولت امان نے اسی اکھڑے انداز میں ہاتھ جھلایا۔ "میں تالیہ کو لے جانے آیا ہوں۔ میرا پیرا لیگل ضمانت کے کاغذات آپ کے پولیس کمشنر کے آفس میں لے گیا ہے۔ آپ جا کے دیکھ لیں۔"

"ضمانت؟" تالیہ چونکی۔ "مگر کورٹ تو صبح کھلے گا اور....."

لیکن دولت امان نے ہاتھ اٹھا کے تالیہ کو خاموش کرا دیا۔

"آپ اب کچھ نہیں بولیں گی۔ ایک لفظ نہیں۔ میں آ گیا ہوں نا۔ میں ان کی طبیعت صاف کرنے کے لئے کافی ہوں۔"

وہ درشتی سے کہتا میز پہ آگے کو جھکا اور مٹھیاں باہم پھنسا کے میز پہ رکھیں۔ ایک لمحے میں وہ جان گئی کہ اسے کس نے بھیجا تھا۔ آنسوؤں کا گولا سا تھا جو اس کے حلق میں اٹکنے لگا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے؟ جب آپ کا دل چاہے گا آپ کوئی بھی الزام لگا کے انہیں یہاں لے آئیں گے؟ یہ وان فاتح کی چیف آف اسٹاف ہیں۔ مجھے ہفتہ بھر پہلے سے فاتح نے ان کی ضمانت قبل از گرفتاری کروانے کی تلقین کر رکھی تھی۔ میں آج صبح وہ کروا بھی چکا تھا۔ اپنے کمشنر کے پاس جائیں اور میری کلائنٹ کی ہتھکڑیاں کھلوائیں تا کہ میں انہیں ان کے گھر لے جاؤں۔''

دولت امان کی بھاری آواز اور رعب اتنا زیادہ تھا کہ وہ افسر قدرے گڑبڑا کے اٹھا۔ ''میں.... آتا ہوں۔''

وہ دونوں کمرے میں اکیلے رہ گئے تو تالیہ نے لب کھولے۔

''آپ کو... فاتح نے.....'' الفاظ حلق میں ہی اٹک گئے۔ گلا رندھ گیا۔

''آپ کو کیا لگتا تھا؟ وہ اپنے دوستوں کو اکیلا چھوڑ دیتے ہیں؟'' اب کے وہ نرمی سے گویا ہوا تو بہت سے آنسو اس کے اندر ہی اندر گرنے لگے۔

''فاتح اور میں کلاس فیلوز تھے۔ وہ مجھ پہ بہت بھروسہ کرتا ہے۔ جب سے اس پراسیکیوٹر نے فاتح کے گھر چکر لگانے شروع کیے تھے اس نے مجھے یہ کام کرنے کو کہہ رکھا تھا لیکن مگر میری غلطی ہے کہ میں یہ کاغذات پہلے نہیں تیار کروا سکا۔''

''مگر میرے دستخط کے بغیر....'' وہ کہنے لگی تو جواباً وہ مسکرایا۔

''چے تالیہ... ہم وکلا زیادہ بڑے کون مین ہوتے ہیں۔'' اور ابرو سے کیمروں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بدقت مسکرا دی۔

''اب آپ کچھ نہیں بولیں گی۔ جو کہنا ہے میں کہوں گا۔ آپ کی خاموشی آپ کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ ٹھیک؟''

تالیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''مگر وہ انگوٹھی میں نے نہیں چرائی تھی۔ وہ میری تھی۔''

''کون سی انگوٹھی' چے تالیہ؟ وہ جو بغیر کسی گواہ کے پراسیکیوٹر آپ سے لے کر گیا تھا؟ آپ کی وہ انگوٹھی تو Imitation تھی۔ وہ کوئی اصلی تھوڑی تھی۔ جس انگوٹھی کو فرانزک نے صوفیہ رحمٰن کی انگوٹھی قرار دیا ہے اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ آپ کی تھی؟ کیا پراسیکیوٹر یہ بات ثابت کر سکتا ہے کہ اس نے آپ کی نقلی انگوٹھی کو کسی اصل انگوٹھی سے نہیں بدلا؟''

''میری انگوٹھی نقلی تھی؟ کورٹ یہ مان لے گی؟'' وہ تعجب سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''اگر آپ کی انگوٹھی اصلی ہوتی تو اس کی مالیت لاکھوں میں ہوتی۔ آپ اسے اس پراسیکیوٹر کو اتنے آرام سے کیوں دیتیں؟ یہی بات ہم کورٹ میں بتائیں گے۔ ایک دن میں یہ کیس خارج ہو جائے گا۔ بس اتنی سی بات تھی۔'' وہ نرمی سے تسلی دے رہا

تھا۔" اور فاتح نے دی تھی نا آپ کو وہ انگوٹھی۔ تو جس جیولر سے فاتح نے لی تھی' اس کا بیان بھی شامل کروں گا میں اور اس کو بھی اٹھا کے عدالت میں لے آؤں گا۔ آپ نے پہلے فاتح کا نام اس لئے نہیں لیا کہ یہ اسکینڈل نہ بن جائے۔ اب آپ سچ بتا دیں گی۔ بات ختم۔"

وہ واقعی اچھا وکیل تھا۔ لفظوں کے ہیر پھیر سے اس نے سارا کیس ہی پلٹ دیا تھا۔

(اور اگر عدالت میں قرآن پہ ہاتھ رکھوا کے پوچھ لیا گیا کہ یہ انگوٹھی اس کی تھی یا نہیں تو وہ جھوٹ کیسے بولے گی؟) اس نے سر جھٹکا۔ یہ جھوٹ تھا مگر ایک ناکردہ جرم کی سزا سے بچنے کے لئے اسے وہ کڑوا گھونٹ پینا پڑے گا کیونکہ قانون ہی اس کا دشمن بنا ہوا تھا۔

"فاتح صاحب نہیں آئے؟" جانے کیوں اس نے پوچھ لیا۔

"نہیں تالیہ۔ وہ کیسے آسکتا تھا۔ میڈیا پیچھے آجاتا اور....." دولت نے بات روک دی۔ (اور آپ کی بدنامی ہوتی۔) وہ یہی کہنا چاہتا تھا شاید۔ وہ چپ ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد پولیس کمشنر اور تفتیشی افسر اسی کمرے میں ان کے ساتھ کھڑے تھے۔ تالیہ کی ہتھکڑیاں اتاری جا رہی تھیں اور وہ معذرت کے ساتھ اس کو بتا رہے تھے کہ اب وہ جا سکتی ہے۔

"پبلک میں کیے جانے والے جرائم کی معافی پبلک میں مانگنی چاہیے کمشنر صاحب۔ اگر کل کسی ایک اخبار نے بھی تالیہ مراد کی گرفتاری کی خبر لگائی تو آپ کا آفس تحریری معافی مانگے گا۔ سمجھے آپ؟"

دولت امان نے جاتے وقت ابرو اٹھا کے تحکم سے کہا تھا۔ وہ سپریم کورٹ کے ان وکلاء کی طرح کا رویہ اپنائے ہوئے تھا جو چھوٹے تھانوں میں آنا اپنی توہین سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے پولیس والے اسے ناپسندیدگی سے گھور ضرور رہے تھے مگر مرعوب بھی تھے۔

"اپنا اسکارف سر پہ لے کر چہرہ چھپا لیں۔ ہم تھانے کی عقبی سمت سے باہر جائیں گے کیونکہ ان پولیس والوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔ انہوں نے فرنٹ پہ رپورٹرز بلا رکھے ہوں۔" راہداری میں چلتے ہوئے دولت نے آہستہ سے سرگوشی کی اور تالیہ نے ایسا ہی کیا۔ وہ بالکل خاموش تھی۔ گویا سن ہو۔ اسی خاموشی سے وہ دولت کی کار کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گئی تو دولت نے کار سڑک پہ ڈال دی۔ ساتھ ہی کال ملا کے فون کان سے لگا لیا۔

"فاتح..... میں تالیہ کو تھانے سے نکلوا لایا ہوں۔ نہیں کسی نے نہیں دیکھا۔ نہیں اخبار تک خبر نہیں پہنچے گی۔ ہاں یہ اس سے بات کرو۔ مگر مختصراً کرنا پلیز۔ کالز ریکارڈ ہو رہی ہوں گی۔" اور موبائل اس کی طرف بڑھایا۔

تالیہ نے فون کان سے لگایا تو وہ فکرمندی سے پوچھ رہا تھا۔ ’’تالیہ.... تم ٹھیک ہو؟‘‘

اس کا گلا رندھنے لگا مگر بظاہر پرسکون آواز میں بولی۔ ’’جی انکو۔ دولت صاحب (ایک نظر کار ڈرائیو کرتے دولت کو دیکھا) وقت پہ آگئے تھے۔‘‘

’’دولت میرا بہت اچھا دوست ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس نے تمہاری مدد کی۔ اب تم کہاں جا رہی ہو؟‘‘

’’ابھی ہم میرے گھر جا رہے ہیں۔ میں وہاں پہنچ کے آپ کو واٹس ایپ پہ کال کرتی ہوں۔‘‘ وہ رکی اور پھر مسکرائی۔ ’’تھینک یو فاتح!‘‘ اور اس کا جواب سن کے فون رکھ دیا۔

’’ہم فاتح کی طرف جا رہے ہیں۔ ہمیں وہاں بیٹھ کے آئندہ کی اسٹریٹجی بنانی ہوگی۔‘‘ دولت اب اتنا پرسکون نہیں لگ رہا تھا جتنا تھانے میں تھا۔ وہ چونکی۔

’’یعنی ان کے گھر؟‘‘ فوراً اسے عصرہ کا خیال آیا۔

’’نہیں۔ پی این کے آفس۔ گھر میں تو اس کی وہ چڑچڑی بیوی ہوگی۔‘‘ اس نے سر جھٹکا اور موڑ کاٹا۔ تالیہ مسکرا دی۔ ایک دم دولت امان زیادہ اچھا لگنے لگا تھا۔

’’مگر ضمانت تو ہوگئی۔ اب آگے کیا کرنا ہے؟‘‘

’’یہ اتنا آسان نہیں ہے تالیہ۔ وہ صبح تک ضمانت منسوخ کروالیں گے۔ تمہیں دوبارہ جیل جانا پڑے گا۔‘‘

اس کا دل ڈوب سا گیا۔ (تو یہ بھیانک خواب ابھی ختم نہیں ہوا تھا؟)

وہ چہرہ موڑ کے شیشے کے پار اندھیرے میں بھاگتے درختوں کو دیکھنے لگی۔ چند پل خاموشی سے کٹ گئے۔

’’میں نے وہ انگوٹھی نہیں چرائی۔ مجھے وہ اس طرح کیسے....؟‘‘ اب کی بار آواز بھی رندھ گئی۔ گرفتاری نے اسے اندر تک ہلا دیا تھا۔ دولت نے کار سائیڈ پہ روکی اور اس کی طرف رخ کر کے سمجھانے لگا۔

’’دیکھو تالیہ!‘‘ تالیہ نے چہرہ موڑ کے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔ کسی اجنبی کے سامنے آنکھیں نم کرنا اس کی عادت نہیں تھی مگر اس گرفتاری نے اسے اندر تک ہلا دیا تھا۔

’’تم وان فاتح تک رسائی کا واحد ذریعہ ہو۔ حکومت نے مہینوں کی محنت کے بعد تمہارے خلاف ایک اسٹوپڈ کیس تیار کیا ہے۔ وہ تمہیں ایسے نہیں چھوڑیں گے۔ مگر میرے پاس ایک حل ہے۔ میں ابھی فاتح سے یہی ڈسکس کر رہا تھا۔‘‘

’’کیا؟‘‘

’’تم کچھ عرصے کے لئے سنگاپور یا تھائی لینڈ چلی جاؤ۔‘‘

''میں بھاگ جاؤں؟''

''ابھی تمہارا نام کسی ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں نہیں ہے۔تم قانونی طور پہ ملک سے باہر جا سکتی ہو۔میں علاج 'بیماری وغیرہ کے پیپرز تیار کر دوں گا۔تم آرام سے سال چھ ماہ باہر گزارو۔تب تک الیکشن قریب آ جائیں گے اور یہ سیاسی کیس دب جائے گا۔اگلے سال فاتح وزیر اعظم بن جائے گا اور اس کے دورِ حکومت میں تم واپس آ جانا۔''

''مگر میں بیمار نہیں ہوں' دولت صاحب۔''اس نے چیخ کے بات کاٹی۔''میں جھوٹ بول کے باہر کیوں جاؤں؟میں کیوں بھاگوں؟جو جرم میں نے نہیں کیا'اس سے میں کیوں ڈروں؟''

''اور اگر وہ ان جرائم کو سامنے لے آئے جو تم نے کیے ہیں؟''

کار میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔وہ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

''تمہیں کلائنٹ بنانے سے پہلے میں نے تمہارے بارے میں تھوڑی بہت چھان پھٹک کی تھی' تالیہ۔تمہارے پاس ملائیشیا کی مختلف شناختیں ہیں جس کا مطلب ہے کہ تم واقعی Con Woman ہو۔''

''اور آپ نے فاتح کو بتایا؟''وہ بس نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''کیسے بتا سکتا ہوں؟میرا لائسنس کینسل ہو سکتا ہے۔وکیل اور کلائنٹ کی کانفیڈینشلٹی پہ میرے جیسا وکیل کبھی سمجھوتہ نہیں کرتا۔میرے کلائنٹس تم سے بڑے بڑے مجرم رہ چکے ہیں اور نہ مجھے تمہارے جرائم سے فرق پڑتا ہے نہ فاتح کے جاننے یا نہ جاننے سے۔کسی وکیل کو نہیں پڑتا۔میری جاب تمہیں اس کرائسز سے نکالنا ہے۔''

وہ خاموشی ونڈ اسکرین کے پار اندھیر سڑک کو دیکھنے لگی۔اسٹریٹ پولز کی روشنی بھی کالی رات سے لڑنے میں ناکام دکھائی دیتی تھی۔ان کی کار ایک طرف کھڑی تھی اور دائیں جانب سڑک پہ ٹریفک رواں دواں تھی۔

''میں باہر چلی گئی تو وہ مجھے اشتہاری قرار دے دیں گے۔میرا نام بدنام ہو گا۔''وہ سوچتے ہوئے کہہ رہی تھی۔''فاتح کو میری وجہ سے سوالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔سب کہیں گے تالیہ چور تھی'اسی لیے بھاگ گئی۔یہ مجھے ساری عوام کے سامنے دوری نگارہ ملایو بنا دیں گے۔میں واپس آ بھی گئی تو میری کھوئی ساکھ واپس نہیں آئے گی۔کوئی میری عزت نہیں کرے گا' دولت صاحب۔''

اس نے چہرہ موڑ کے ایک عزم سے اسے دیکھا۔''تالیہ نہیں بھاگے گی۔تالیہ اسی شہر میں رہ کے ان کے الزامات کا مقابلہ کرے گی۔''

''یعنی اب ہمیں اس کیس کو قانونی محاذ پہ لڑنا ہو گا۔''

پولیس کارز کے قریب آتے سائرن پہ وہ دونوں ایک دم چونکے۔ دولت گردن موڑ کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ دور سڑک پہ تین چار کارز آتی دکھائی دے رہی تھیں جن کی سرخ نیلی بتیاں جل بجھ رہی تھیں۔ دولت نے زور سے اسٹیرنگ پہ ہاتھ مارا۔

''ڈیم اِٹ۔ اب ملک سے بھاگنے کا ٹائم نہیں رہا۔ انہوں نے آدھی رات کو کسی جج کو اٹھا کے وارنٹ بنوا لئے ہوں گے۔ ڈیم اِٹ۔'' وہ واضح طور پہ پریشان نظر آتا تھا۔ وہ اس پریشانی کی وجہ سمجھ رہی تھی۔ تالیہ کا کیس مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا مگر اس نے گردن اٹھائے رکھی۔ ''میں ان سے نہیں ڈرتی۔''

چار کاریں ان کے آس پاس آ کے رکیں، دروازے کھلے اور ان سے بہت سے سپاہی باہر نکلے۔ سب سے آگے جو شخص چلا آرہا تھا۔ اس نے سیاہ گھنگریالے بالوں کی پونی بنا رکھی تھی۔ تیکھے نقوش کا مالک وہ آدمی جینز پہ جیکٹ پہنے ہوئے تھا اور انداز سے اعلیٰ افسر لگتا تھا۔

''یہ حتان ہے۔ شہر کے سب سے بدنام تھانے بالائی بوکیت جلیل پولیس اسٹیشن کا کمشنر۔ یہ اس کو جلاد کہتے ہیں مگر تم اس سے مت گھبرانا۔ بس خاموش رہنا۔'' وہ قریب آرہے تھے۔ وقت کم تھا اور دولت جلدی جلدی سمجھا رہا تھا۔

گھنگریالے بالوں والا مرد دولت کی کھڑکی تک آیا اور جھک کے اندر جھانکا۔

''تالیہ مراد آپ باہر آجائیں۔ آپ کی گرفتاری..... سوری ناقابلِ ضمانت گرفتاری کے وارنٹ ہیں میرے پاس۔'' اور ایک کاغذ لہرا کے دکھایا۔ دولت نے اسے گھورتے ہوئے کاغذ جھپٹا اور اوپر کر کے اسے پڑھا۔ وہ گود میں ہاتھ رکھے خاموش بیٹھی رہی۔ سپاہی ان کی کار کے گرد اکٹھے ہو چکے تھے۔

''ٹھیک ہے... تالیہ تمہارے ساتھ چلی جائے گی' لیکن....'' دولت نے اسے ٹھنے کا اشارہ کیا تو حتان سیدھا ہو کے ایک طرف ہو گیا۔ دولت دروازہ کھول کے باہر نکلا اور اسے گھور کے آہستہ سے بولا۔ ''تمہارا تھانہ میڈیا کے نمائندوں سے بھرا رہتا ہے۔ تم تالیہ کو لے جانے سے پہلے رپورٹرز کو وہاں سے ہٹاؤ گے۔''

''یہ میرا مسئلہ نہیں ہے' دولت صاحب۔'' حتان نے شانے اچکائے اور سپاہیوں کو اشارہ کیا۔

''میری بات سنو حتان۔'' وہ درشتی سے بولا۔ ''مجھے میری کلائنٹ کی ہتھکڑیاں لگے تھانے میں داخل ہوتی تصاویر اخبار میں نہیں چاہئیں۔''

حتان نے شانے اچکائے۔ ''ہمارے تھانے میں کوئی پچھلا دروازہ نہیں ہے اور میں ایک Con Woman کو گرفتار کر کے لے جا رہا ہوں۔ مجھے تو سامنے سے ہی جانا چاہیے۔''

تالیہ کے لئے مزید برداشت کرنا ممکن نہیں تھا۔ دروازہ کھول کے چپ چاپ خود باہر نکل آئی۔ ایک سپاہی آگے آیا تو اس نے اپنے ہاتھ سامنے کر دیے۔ ہتھکڑی ایک دفعہ پھر ان کلائیوں پہ لگ گئی۔

دولت نے غصے بھری بے بسی سے سر کی پشت پہ ہاتھ رکھا۔ ”ٹھیک ہے مگر تم میری کلائنٹ کا چہرہ کور رکھو گے۔“

جواباً حنان نے محض بازو لہرا کے اسے الوداع کہا۔ ”ہاں ہاں..... کل کورٹ میں ملتے ہیں۔“ اور تالیہ کو آگے چلنے کا اشارہ کیا۔

”تالیہ..... ایک لفظ بھی مت کہنا۔ او کے۔ اور میں پیچھے آرہا ہوں۔“ وہ کار میں بیٹھتے ہوئے چلا کے ہدایات کر رہا تھا۔ وہ چپ چاپ کار کی پچھلی نشست پہ بیٹھی تو ساتھ موجود سپاہی نے ایک سیاہ تھیلا سا اس کے سر پہ پہنا دیا۔ اب اس کا سر کندھوں تک چھپ گیا۔ ہونٹوں کی جگہ سانس لینے کے لئے سوراخ بنے تھے۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔ (تھانے اور کورٹ کچہری لے جاتے وقت اکثر ملزموں کا چہرہ کیپ، نقاب یا اسی طرح کے سیاہ ڈھانٹوں سے چھپا دیا جاتا تھا تا کہ ان کی اخبار میں چھپی تصویریں ساری عمر کے لیے ان کو شرمندہ نہ کریں کیونکہ ملزم اپنا جرم ثابت ہو جانے سے پہلے تک معصوم ہی تصور کیا جاتا ہے۔)

تالیہ نے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا اور آنکھیں موند لیں۔ وہ جانتی تھی میڈیا تھانے کی بیرونی سیڑھیوں پہ موجود ہوگا۔ اب کوئی بھی شے اس کے نام اور سیاہ تھیلے میں بند چہرے کو خبروں کی زینت بننے سے نہیں روک سکتی تھی۔

ایک طویل سفر کے بعد جب اسے کار سے اتارا گیا تو وہ اپنے اردگرد دھکم پیل محسوس کر سکتی تھی۔ رپورٹرز کی آوازیں... سوالات... چے تالیہ چے تالیہ کی پکار..... چور..... کون وومن..... وان فاتح سے تعلق..... اسے سیاہ ڈھانٹے میں بھی کیمروں کے چمکتے فلیش بار بار محسوس ہو رہے تھے۔ یوں لگتا تھا ہر طرف سے رپورٹرز سر پہ چڑھتے آ رہے ہوں۔ تالیہ کا دل ڈوبتا جا رہا تھا۔ اسے سانس نہیں آ رہی تھی..... وہ سر جھکائے بدقت زینے چڑھ رہی تھی۔ پولیس آفیسرز اسے رپورٹرز کے نرغے سے بدقت گزار کے اوپر لے جا رہے تھے۔

یہ سب اس کی توقع سے کہیں زیادہ مشکل تھا۔

کل کی اخبار میں اس کے نام کے ساتھ شہہ سرخیاں لگی ہوں گی۔ سارا ملک جان جائے گا۔ بی این کے آفس میں جو لوگ اس کی عزت کرتے تھے..... سوپ پارلر والی..... ایلیٹ سوسائٹی کی سوشلائیٹ عورتیں جن کی پارٹیز میں وہ جاتی تھی..... آرٹ کی دنیا میں موجود اس کے دوست جو اسے ایک آرٹ لور کے طور پہ جانتے تھے..... کل صبح سب جان جائیں گے کہ تالیہ مراد ایک فراڈ تھی۔ عدالت اب اسے بری کرے یا سزا دے وہ ہمیشہ کے لیے بدنام ہو چکی تھی۔

اندر کمشنر حتان کے آفس میں لا کے اس کے سر کا ڈھانچہ جھپٹ کے اتارا گیا (کھردرا کپڑا اتارنے سے گردن کی جلد چھل سی گئی) اور پھر ضروری کارروائی کے بعد اس کو لاک اپ میں لے جا کے بند کر دیا گیا۔

لاک اپ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی۔ اس کی چھت کافی اونچی تھی۔ اندر دو دیواروں کے ساتھ بنچ رکھے تھے جن پہ سویا جا سکتا تھا اور سلاخوں والے دروازے کے آگے راہداری تھی۔ یوں لگتا تھا سامنے قطار میں ویسے ہی سیل بنے تھے۔ اسے یہاں سے تین چار سیل ہی نظر آ رہے تھے۔

دونوں بنچ خالی تھے۔ قید کی پہلی رات اس کا کوئی ساتھی نہ تھا۔ وہ ایک بنچ پہ بیٹھ گئی تو ایک سپاہی سلاخوں والے دروازے کو لاک کرنے لگا۔ ساتھ کھڑا حتان اسے گھورے جا رہا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہیں آپ محترمہ؟ کہ اس تالے کو کیسے توڑنا ہے۔"

اس نے ایک سرد نگاہ حتان پہ ڈالی۔ "نہیں۔ مجھے کیا معلوم تالے کیسے توڑے جاتے ہیں۔ (شانے اچکائے) اور بھاگتی تو میں تب جب میں چور ہوتی۔ جب کوئی جرم کیا ہی نہیں تو بھاگوں گی کیوں؟"

حتان تمسخرانہ انداز میں مسکرایا۔ "تھانے میں پہلی رات سب یہی کہتے ہیں مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی کرمنل میرے ساتھ چند دن گزارنے کے بعد پچھلے سارے جرائم کا اعتراف نہ کر لے۔"

"اور تم بھی یاد رکھنا کمشنر کہ ہر چیز کو پہلی دفعہ ہونا ہوتا ہے۔" اور سینے پہ بازو لپیٹ کے دوسری طرف دیکھنے لگی۔ وہ اس شخص کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

سپاہی چلے گئے۔ حتان بھی چلا گیا۔ کسی نے ایک دو بتیاں بجھا دیں اور باقی جلتی رہنے دیں تاکہ قیدیوں کو رات میں بھی اندھیرے کی سکینت میسر نہ ہو۔

سیاہ اسکرٹ اور سفید بلاؤز والی لڑکی کافی دیر بنچ پہ بیٹھی رہی پھر جھک کے ہیلز سے پیروں کو آزاد کیا۔ ننگے پیر ٹھنڈے فرش پہ رکھے اور قید کی پہلی رات کو محسوس کرنا چاہا مگر تمام حسیات مر سی گئی تھیں۔ وہ اندر تک سن ہو چکی تھی۔

کسی بھی صحت مند انسان کے اندر پانچ حسیات موجود ہوتی ہیں۔

سننا' دیکھنا' چھو کے محسوس کرنا' چکھنا اور سونگھنا۔

بعض انسانوں میں چھٹی حس بھی ہوتی ہے اور وہ بہت سی باتیں دیکھے' سنے' سونگھے' چھوئے یا چکھے بغیر بھی محسوس کر سکتے ہیں۔ مگر قید خانے کی وہ پہلی رات ایک "سُن" رات تھی۔ وہ بالکل سُن تھی۔ مفلوج۔ یوں جیسے یہ سب کسی اور کے ساتھ ہو رہا تھا۔ یوں جیسے فکر کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ (فاتح اسے بچا لے گا۔ وکیل اسے بچا لے گا۔)

مگر وکیل آیا کیوں نہیں؟

کافی دیر گزری تو وہ اٹھی اور قدم قدم چل کے سلاخوں کے قریب آئی۔ ٹھنڈی سلاخوں پہ اپنے مرمریں ہاتھ رکھے تو وہ بغیر سرخ انگوٹھی کے برہنہ سے لگے۔ تالیہ نے چہرہ آگے کر کے سامنے والے سیل میں جھانکا۔ اس میں ایک عورت کا وچ پہ لیٹی سو رہی تھی۔ اس سیل کے دائیں بائیں نظر آتے دونوں سیلز میں بھی قیدی تھے۔ کوئی سو رہا تھا' کوئی آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ سب خاموش تھے۔ سب کی حسیات مر چکی تھیں۔

''مجھے اپنے وکیل سے بات کرنی ہے۔'' سلاخوں کو پکڑے شہزادی تاشہ بلند آواز میں غرائی۔ جواب ندارد۔ اس کی آواز گونج کے پلٹ پلٹ آئی۔

''کوئی ہے؟ کمشنر؟ بات سنو میری۔'' اس کی آواز مزید بلند ہو گئی۔

راہداری کے کونے سے ایک سپاہی سامنے آتا دکھائی دیا۔ یہ وہی تھا جو ابھی اس کو مقفل کر کے گیا تھا۔ وہ دروازے کے پاس آ رکا اور سر سے پیر تک اسے دیکھا۔

''خاتون.... آپ سو جائیں اور باقی سب کو بھی سونے دیں۔''

''مجھے معلوم ہے انچے دولت آئے ہوں گے۔ مجھے ان سے بات کرنی ہے۔''

''جی وہ آئے تھے مگر کمشنر حسان نے ان کو واپس بھیج دیا۔''

''وہ میرے وکیل ہیں۔ آپ مجھے ان سے ملنے سے نہیں روک سکتے۔''

''فی الحال تو ہم نے روک دیا ہے۔ صبح عدالت کی پیشی تک آپ ویسے بھی کچھ نہیں کر سکتیں۔'' سپاہی نے کندھے اچکائے اور پلٹ گیا۔ اہانت سے تالیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے زور سے سلاخوں کو جھٹکا دیا۔ وہ بہت مضبوط تھیں مگر تالیہ کی ہمت سے زیادہ نہیں۔

وہ واپس بنچ پہ بیٹھ گئی۔ لمبی اسکرٹ کسی شہزادی کے گھیر دار لباس کی طرح پھیلائے وہ کمر سیدھی رکھے کتنی دیر بیٹھی رہی۔ اس نے سوچنے کی کوشش کی کہ آگے اسے کیا کرنا ہے مگر پانچوں حسیات کے ساتھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی مر سی گئی تھی۔ وہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ سر دیوار سے ٹکا دیا۔

اردگرد خاموشی تھی۔ نہ کوئی سرگوشی۔ نہ کوئی چیخ دپکار۔ سب خاموش تھے۔ بتیاں ہنوز جلی تھیں۔ جانے کس پل اس نے آنکھیں بند کیں اور ایک دم اگلے ہی لمحے چونک کے کھولیں تو رات بیت چکی تھی۔ وقت کے کھیل بھی انوکھے تھے۔

پہلا دن :۔

وہ ہڑبڑا کے سیدھی ہوئی اور ادھر ادھر دیکھا۔

سامنے راہداری میں رات کی طرح خاموشی نہیں تھی۔ دو تین اہلکار وہاں کھڑے تھے۔ برابر والے سیل میں ایک قیدی غصے سے بولے جا رہا تھا۔ آوازیں 'شور' دروازوں کے کھلنے بند ہونے کی آوازیں۔

تھوڑی دیر بعد سپاہی اسے چند راہداریوں سے گھما کے کمشنر کے آفس میں لے آئے تھے۔

حنان ٹیک لگا کے اپنی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ گھنگریالے بالوں کی کس کے پونی بنا رکھی تھی۔ آنکھوں کا تیکھا پن' اور تمسخرانہ مسکراہٹ ہنوز برقرار تھی۔ اسے وہ شخص ہر گزرتے لمحے مزید برا لگ رہا تھا۔

"آپ کے وکیل کو آنے سے روک دیا میں نے۔"

وہ سامنے بیٹھ گئی تو وہ بتانے لگا۔ وہ بس تیکھی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔

"میں تمہارا چہرہ بھی یاد رکھوں گی' کمشنر۔"

وہ اسی طرح مسکراتا رہا۔ پھر ایک اخبار اس کے سامنے دھکیلا۔ تالیہ نے محض نظریں جھکا کے فرنٹ پیج پہ نظر ڈالی۔

وان فاتح کی چیف آف اسٹاف تالیہ مراد چوری کے الزام میں گرفتار۔

نیچے اس کی ایک تصویر تھی۔ رپورٹرز کے ہجوم میں سے گزر کے حنان اور دوسرے اہلکار اسے سیڑھیوں کے اوپر لے جا رہے تھے۔ اس کے چہرے پہ سیاہ کپڑا تھا اور ہاتھوں کی ہتھکڑیاں دکھائی دیتی تھیں۔ اس نے سلگتی نظریں اٹھا کے حنان کو دیکھا۔ بولی کچھ نہیں۔

"آپ کے وکیل نے آج پھر درخواست کی ہے کہ آپ کو کسی پچھلے دروازے سے عدالت لے جایا جائے۔ مگر میں صرف سیاہ کپڑے والی کرٹسی دکھا سکتا ہوں۔"

"اس سیاہ کپڑے کا کیا فائدہ جب آپ میڈیا کو پہلے ہی ٹپ کر دیتے ہیں کہ آپ تالیہ مراد کو گرفتار کر کے لا رہے ہیں اور وہ پہنچ جاتے ہیں؟" اس کی بھینچی ہوئی مٹھیاں گود میں تھیں اور وہ چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔

"یہ باتیں آپ کو جرائم کرنے سے پہلے سوچنی چاہیے تھیں۔ میں اب سارے میڈیا کو تو وہاں سے نہیں ہٹا سکتا نا۔"

"میں نے کہا نا۔ میں تمہارا چہرہ یاد رکھوں گی' کمشنر۔" وہ پرتپش نظریں اس پہ جمائے بولی تھی۔

عدالت تک کا سفر پچھلی رات سے زیادہ توہین آمیز تھا۔ آج دھوپ کے باعث فلیش چمکتے محسوس نہیں ہوتے تھے۔

عدالت کی عمارت کے باہر اترتے ہی رپورٹرز کی تیز آوازیں.... اور پولیس اہلکاروں کا اسے ہجوم سے گزارنا.... جنان کا فاتحانہ انداز میں رپورٹرز کو نو کمنٹس نو کمنٹس کہنا..... وہ دانتوں سے نچلا لب دبائے کسی نابینا انسان کی طرح راہداریاں عبور کرتی رہی۔ اس کا مستقبل بھی اسی اندھیرے جیسا ہو چکا تھا۔ تالیہ مراد ہر روز اخبار کی سرخی بنے گی اور کوئی یقین نہیں کرے گا کہ اب وہ ویسی نہیں تھی۔

اسے اپنی بصارت عدالتی کمرے میں واپس ملی۔ اس دفعہ جنان نے رگڑنے والے انداز میں کپڑا کھینچا۔ وہ جب بھی اس کے سر سے کپڑا اتارتا تھا انداز میں ایک عجیب حقارت ہوتی تھی۔ (وہ اس کا چہرہ یاد رکھے گی۔) تالیہ نے جھکڑی لگے ہاتھوں سے بال سامنے سے ہٹائے اور آنکھیں متعدد بار جھپکیں۔ دھندلا منظر واضح ہوا۔

"تم ٹھیک ہو؟ کوئی غلط سلوک تو نہیں کیا گیا تمہارے ساتھ؟"

وہ ڈیفینس کی چیئر پہ بیٹھی تھی اور ساتھ موجود شخص پوچھ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں دوبارہ جھپکائیں تو اس کا چہرہ واضح ہوا۔

وہ دولت امان تھا اور فکرمند نظر آ رہا تھا۔ تالیہ نے بے اختیار اس کے اردگرد نظریں دوڑائیں۔ پھر پلٹ کے دیکھا۔ کمرہ عدالت کے خالی بنچ آہستہ آہستہ بھرے جا رہے تھے۔ اجنبی چہرے۔ ناشناسا لوگ۔

"فاتح صاحب نہیں آئے؟" جانے کس امید کے تحت اس نے پوچھا۔

"نہیں تالیہ۔ یہاں میڈیا والے بہت تھے۔ اس لئے۔ خیر... فکر نہ کرو۔ آج تمہاری ضمانت ہو جائے گی۔"

مگر وہ گردن موڑ موڑ کے دیکھ رہی تھی۔ "اور ایڈم؟"

"وہ جرنلسٹ؟ وہ رات کی فلائیٹ سے اپنی بک لانچ کے لیے سنگاپور چلا گیا تھا۔ اس کو صبح خبر ملی تو اس نے مجھ سے رابطہ کیا۔ شام تک وہ پہنچ جائے گا۔"

"اور داتن؟"

"دوششش۔" وہ اس کی طرف جھکا۔ "پولیس لیانہ صابری کو ڈھونڈ رہی ہے۔ اس کا نام بھی پولیس رپورٹ میں تمہاری ساتھی مجرم کے طور پہ درج ہے۔ وہ رات کو ہی روپوش ہو گئی تھی۔"

تالیہ ایک دم بالکل چپ ہو گئی۔ بھرے مجمع میں وہ بالکل تنہا تھی۔

داتن کی مجبوری وہ سمجھ سکتی تھی۔ ایڈم تو خیر تھا نہیں ملک میں۔ مگر وان فاتح.... ان کو تو آنا چاہیے تھا۔ اپنا سیاسی کیریئر داؤ پہ لگا کے بھی آنا چاہیے تھا۔

"تالیہ ڈونٹ وری۔ وہ سب تمہارے ساتھ ہیں۔" دولت نے اس کا چہرہ بجھتے دیکھا تو تسلی دی۔ وہ سلوٹ زدہ پیشانی

لئے سامنے دیکھتی رہی۔ ''وہ سب تمہارے لیے فکر مند ہیں مگران سب کی مجبوریاں تھیں۔''

''آپ کیوں آئے پھر؟ آپ بھی نہ آتے۔'' پھر چہرہ موڑ کے انہیں غصے سے دیکھا۔ ''یو نو واٹ۔ مجھے آپ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جا سکتے ہیں۔ میں اپنا کیس خود لڑوں گی۔ کہیں میری وجہ سے آپ کی نیک نامی پہ بھی حرف نہ آ جائے۔''

''فاتح نے مجھے کہا تھا کہ تم یہی کہو گی اور اسی لئے اس نے مجھے تمہارا وکیل بنایا ہے۔ کیونکہ تم جو بھی کہو میں تمہیں چھوڑ کے نہیں جانے والا۔ مجھے فاتح سے اپنی دوستی بہت عزیز ہے۔'' دولت امان سکون سے کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جج آ چکا تھا اور کارروائی شروع ہو چکی تھی۔

تالیہ نے پراسیکیوشن کی ٹیبل کی طرف دیکھا تو وہاں ایک غیر شناسا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ چونکی۔

''پراسیکیوٹر احمد نظام کہاں ہیں؟''

''صبح ہی صبح ان کا بڑا بھائی اور اس کی بیوی کار حادثے میں انتقال کر گئے تھے۔ اس لئے وہ نہیں آ سکے۔ ان کا ڈپٹی پراسیکیوٹر کیس لڑ رہا ہے۔''

اس نے نوجوان وکیل کی طرف اشارہ کیا اور تالیہ بس اس کو دیکھ کے رہ گئی۔ (خونی دانت... وہ احمد نظام کے بیمار ماں باپ نہیں تھے۔ بھائی اور بھابھی تھے۔) بے شک وہ احمد نظام کو خبردار کر چکی تھی' مگر کسی کی موت کا سننا ہمیشہ افسوسناک ہوتا ہے۔

احمد نظام کا ڈپٹی ان سے زیادہ تیز طرار واقع ہوا تھا۔ چند منٹ میں اس نے جج کے سامنے نہ صرف دولت امان کی ضمانت کی درخواست کے خلاف شاندار دلائل دیئے' بلکہ پولیس کی طرف سے رپورٹ بھی پیش کر دی جس کے مطابق تالیہ مراد ایک خطرناک حد تک ذہین اور شاطر مجرمہ تھی جو ملک سے فرار ہونے کی کوشش کر سکتی تھی۔ پولیس نے اس کو سات دن کے لیے حسان کے تھانے میں رکھنے کی درخواست کی تھی اور دولت کے مسلسل اختلاف اور احتجاج کے باوجود جج نے صرف ایک سپاٹ نظر اس ملزم لڑکی پہ ڈالی جو بے خوف' چبھتی نگاہوں سے اسے دیکھے جا رہی تھی اور فیصلہ پولیس رپورٹ کے حق میں سنا دیا۔

وہ سب صوفیہ رحمٰن کے غلام تھے۔ وہ سب ایک اسکرپٹ کے تحت کام کر رہے تھے۔ اسے شدید ذہنی اذیت میں ڈال رہے تھے۔ وہ سب سمجھ رہی تھی۔

عدالت سے واپس تھانے جاتے وقت رپورٹرز کے سوالات میں سنسنی آ گئی تھی۔

''تالیہ مراد... دان فاتح پہ آپ کو ڈس اون کرنے کے لئے پارٹی کی طرف سے بہت دباؤ ہے۔ کیا وہ ہار مان لیں گے؟''

کار آگے بڑھ گئی اور اس کے ذہن میں وہ الفاظ پلٹ پلٹ کے سنائی دینے لگے۔

مگر اسے پرواہ نہ تھی۔ فاتح... غلام فاتح... قدیم ملاکہ کا فاتح... جدید ملائیشیا کا فاتح... وہ اتنا کمزور نہیں تھا کہ دباؤ پہ

پگھل جاتا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔ وہ اسے چھوڑ بھی کیسے سکتا تھا؟

اسے آتش بازی والی رات یاد تھی اور وہ فاتح کو بھی یاد ہوگی۔

ہے نا؟

اندر سے کسی نے پوچھا۔ (ہے نا؟)

آج اسے جس سیل میں لے جایا گیا' اس کا دروازہ سلاخوں والا تھا اور سامنے دیوار تھی۔ یعنی دوسرے سیل دکھائی نہیں دیتے تھے۔ وہ خطرناک قیدیوں کا الگ تھلگ سا سیل تھا اور اندر دو ہٹی کٹی عورتیں پہلے سے موجود تھیں۔ ان کا سامان سیل میں بکھرا پڑا تھا۔

وہ عورتیں ایک ہی بیڈ پہ آلتی پالتی کیے بیٹھی' سر جوڑے باتیں کر رہی تھیں۔ تینوں نے کھلے کھلے نارنجی لباس پہن رکھے تھے۔ اسے آتے دیکھ کے خاموش ہوئیں اور سر موڑ کے اسے دیکھنے لگیں۔ تالیہ ان کو دیکھنے کی بجائے اپنے خالی بیڈ پہ جا کے بیٹھ گئی۔ پھر گردن اٹھا کے اوپر دیکھا۔ اونچی چھت والی نیم اندھیری وہ کوٹھڑی انتہائی خوفناک معلوم ہوتی تھی۔ سپاہی چلے گئے اور دروازہ مقفل ہو گیا تو اس نے نظریں موڑ کے ان عورتوں کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ ان کی نظریں چبھتی ہوئی اندر تک اتر جانے والی تھیں۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" ایک نے سوال کیا۔ شہزادی نے چہرہ موڑا اور اپنے بستر پہ ہاتھ پھیر کے گرد صاف کرنے لگی۔ جواب نہیں دیا۔

"یہ دان فاتح کی سیکرٹری ہے۔ میں نے اسے ٹی وی پہ دیکھ رکھا ہے۔" ایک عورت تنفر سے بڑبڑائی۔ اس کے لہجے کی تپش چونکا دینے والی تھی مگر وہ بے حس بنی بستر جھاڑتی رہی۔ اس کی ساری حسیات مر چکی تھیں۔ نہ وہ کچھ دیکھ رہی تھی۔

نہ وہ سن رہی تھی۔

نہ زبان پہ ذائقہ محسوس ہوتا تھا۔

نہ کوئی خوشبو سونگھ سکتی تھی۔

نہ کسی شے کو چھونے پہ کوئی احساس ہوتا تھا۔

پانچوں حسیات سُن تھیں۔

وہ چت لیٹ گئی اور اونچی چھت کو دیکھنے لگی۔

اسے کچھ نہیں کھانا تھا' نہ کسی سے بات کرنی تھی۔ اسے خاموشی سے اس وقت کے کٹنے کا انتظار کرنا تھا......

فاتح اسے بچالے گا۔ وکیل اسے بچالے گا۔

دوسری رات:۔

لیٹے لیٹے کافی دیر بعد اسے نیند آئی تھی۔ نیند کی اس کیفیت میں اس کی پانچوں حسیات مزید غافل ہوگئی تھیں۔ دماغ اندھیرے میں ڈوب چکا تھا.... داتن کی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوتی تھی.... ''اگر تم نے احتیاط نہ کی تالیہ تو ایک دن ہم کسی تھانے کے لاک اپ میں پڑے ہوں گے۔ جانتی ہو لاک اپ کتنا خوفناک ہوتا ہے؟'' مگر وہ سننے کی حس سے مفلوج تھی سو وہ الفاظ اثر نہیں کرتے تھے.... اور تب.... اچانک سے.... اس کی پہلی حس جاگی۔

لمس کو اپنی جلد پہ محسوس کرنے کی حس۔

کسی نے تالیہ کے چہرے پہ تکیہ رکھ دیا تھا۔

اس کی آنکھ تکلیف کے احساس سے کھلی مگر بصارت کے سامنے اندھیرا تھا۔ ایک قیدی عورت تکیہ اس کے منہ پہ رکھ کے دبا رہی تھی اور دوسری ایک چھڑی کو زور زور سے اس کے جسم پہ مار رہی تھی۔

''صوفیہ رحمن نے ہمارے علاقے میں ہسپتال بنوایا تھا۔ صوفیہ رحمن کی وجہ سے میرے بیٹے کی جان بچی تھی اور اس لڑکی اور اس کے باس نے ٹی وی پہ صوفیہ صاحبہ کی تذلیل کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔''

''تمہیں مر جانا چاہیے تاکہ وزیر اعظم تم سے محفوظ رہیں۔''

وہ عورت غراتے ہوئے تکیہ اس کے چہرے پہ رکھے دبا رہی تھی۔ تالیہ نے کرنٹ کھا کے ہاتھوں سے اس کے بازوؤں کو دور ہٹانا چاہا مگر اس عورت کی گرفت مضبوط تھی۔

''تم جیسی سیاسی عورتیں زندہ رہنے کے قابل نہیں ہو۔ تم ہماری لیڈر کی دشمن ہو۔'' چھڑی مارنے والی عورت زور زور سے کہہ رہی تھی۔ تالیہ بستر پہ تڑپتے ہوئے پیر ادھر ادھر مار رہی تھی۔ اس کا سانس بند ہو رہا تھا۔

''اب تم صوفیہ رحمن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکو گی۔''

ایک دم تالیہ نے اپنے ناخن تکیے والی کے ہاتھوں میں گاڑھے۔ اس کی گرفت ڈھیلی پڑی تو وہ اسے دھکا دے کر اٹھی۔

دوسری عورت نے اسے گردن سے پکڑ کے واپس گرانا چاہا مگر اس نے زخمی شیرنی کی طرح اس کی کلائی پکڑ کے مروڑی۔

''خبردار جو کسی نے مجھے ہاتھ لگایا۔'' اس کو کلائی سے جھٹکا دے کر پرے گرایا مگر پہلی عورت تب تک اٹھ چکی تھی۔ وہ تالیہ کے پیچھے تھی۔ اس سے پہلے کہ تالیہ مڑتی اس نے اسٹیل کا گلاس زور سے اس کے سر پہ مارا۔

لمحے بھر کو تالیہ کا سر گھوم گیا۔ درد.... اندھیرا.... سماعت میں ہوتا سائیں سائیں...... اگلے ہی پل ایک عورت نے اسے گردن کے پیچھے سے دبوچا اور زور سے زمین پہ دھکا دیا۔

چوٹ شدید تھی۔ اس کا سر پھٹ گیا۔ وہ خون کے قطرے گردن پہ پھسلتے محسوس کر سکتی تھی۔ دماغ اتنی بری طرح گھوما تھا کہ چند لمحے وہ اٹھ نہیں سکی۔

''تم نے میری لیڈر پہ الزام لگایا۔ فاتح کی بیٹی کے قتل کا۔ تمہیں مر جانا چاہیے۔'' وہ عورت غصے میں دیوانہ وار اس پہ چھڑی برسا رہی تھی۔ اور تالیہ چہرے کے آگے بازو کیے خود کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔ چھڑی اس کے بازوؤں پہ خون کی لکیر چھوڑ رہی تھی۔ وہ عورت ساتھ ساتھ گالیاں بھی دیے جا رہی تھی۔

''میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔ میں تمہیں.....''

''تم مجھے کیا؟'' اس نے ایک دم چہرے کے سامنے سے بازو ہٹائے اور ساتھ گرا اسٹیل کا گلاس اٹھا کے زور سے اس عورت کے منہ پہ مارا۔ وہ عورت اس حملے کے لئے تیار نہیں تھی۔ وہ تیورا کے پیچھے کو گری۔ دوسری عورت اس کی طرف بڑھی مگر تب تک تالیہ اپنے قدموں پہ کھڑی ہو چکی تھی۔

پہلی عورت ابھی تک زمین پہ گری پڑی تھی۔ اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔ تالیہ ننگے پاؤں آگے بڑھی' گری ہوئی چھڑی اٹھائی' اور زمین پہ سر پکڑے عورت کی طرف بڑھی۔

''تم نے مجھے ہاتھ کیسے لگایا؟'' شہزادی تاشہ غصے سے چلاتے ہوئے اس عورت کی گردن دبوچ کے بولی اور اسے زور سے جھٹکا دیا۔ پھر وہی چھڑی اس کے اوپر پوری قوت سے ماری۔

''میں تم سب کی جان لے لوں گی۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ تم مجھے ہاتھ لگاؤ۔''

وہ زور زور سے اسی چھڑی سے اس عورت کو مارے جا رہی تھی۔ سیاہ بال بکھرے تھے' سر کے پچھلے حصے سے خون بہہ رہا تھا' بازوؤں پہ خون کی لکیریں پڑی تھیں اور وہ ننگے پاؤں کھڑی اس کو مارے جا رہی تھی۔

''گارڈ.... گارڈ....'' دوسری عورت جو اس باختہ ہو کے سلاخ دار دروازے کی طرف بھاگی اور سلاخوں کو پکڑے زور زور سے چلانے لگی۔ تالیہ نے سرخ آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا' پھر چھڑی پرے پھینکی' کرسی اٹھائی اور جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھی۔

''گارڈ... ادھر آؤ.... یہ مجھے مار دے گی۔'' عورت کے چہرے پہ واضح خوف تھا۔ وہ زور زور سے چلانے لگی۔ تالیہ تیزی سے آگے آئی اور کرسی اس کے اوپر دے ماری۔ عورت پیچھے گر گئی مگر اس نے کرسی نہیں چھوڑی۔ وہ کرسی کی ٹانگ سے اس کے

اوپر دیوانہ وار ضربیں لگا رہی تھی۔

"میں تالیہ مراد ہوں۔ میں مراد راجہ کی بیٹی ہوں۔ میں وان فاتح کی بیوی ہوں۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ تم مجھے ہاتھ لگاؤ۔" وہ جارحانہ انداز میں اس کو کرسی سے مارے جا رہی تھی۔ "تمہارے جیسے کرمنلز کی لیڈر ہے صوفیہ.... جا کے اپنی ملکہ سے کہہ دینا کہ میں اس کی بھی جان لے لوں گی۔ میں تم سب کے چہرے یاد رکھوں گی۔"

دوڑتے قدموں کی آواز آئی اور پھر بہت سی بتیاں روشن ہو گئیں۔ پولیس اہلکار بھاگتے ہوئے آئے اور دروازہ کھولا۔ تالیہ نے سرخ چہرہ اٹھا کے نفرت سے ان کو دیکھا اور کرسی پرے پھینک دی۔

سیل کا منظر سب کو ویسے ہی ہکا بکا کر گیا تھا۔ زمین پہ گرا خون... تکیے... کرسی... چھری... اور ایک طرف ہائے ہائے کرتی لہولہان چہرے والی عورت...... اور ان سب کے درمیان کھلے بالوں اور خون آلود کپڑوں والی لڑکی سرخ آنکھوں کے ساتھ کھڑی ان کو دیکھ رہی تھی۔

"اگر کسی نے مجھے ہاتھ لگایا تو میں اس کی جان لے لوں گی۔" وہ حلق کے بل غرائی تھی۔

سپاہی اس کو کچھ کہے بغیر جلدی جلدی سیل میں بکھری چیزیں سمیٹنے لگے۔ دونوں عورتوں کو باہر لے جایا گیا اور پیرامیڈکس کو کال کی جانے لگی۔

وہ اب سیل کے کونے سے لگی کھڑی تھی اور اس کے سر سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔

وہ محسوس کرنے کی رات تھی۔ درد، بے بسی اور غصہ محسوس کرنے کی رات!

اس رات اس کی محسوس کرنے کی حس جاگ گئی تھی۔

دوسرا دن:۔

وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے درمیان میں میز رکھی تھی اور اطراف میں دو کرسیاں۔ کمرے کی چھت خاصی اونچی تھی اور اس کے روشن دان سے سورج کی روشنی چھن کے اندر آ رہی تھی۔ دولت صاحب نے فکرمندی سے سامنے کرسی پہ بیٹھی تالیہ کو دیکھا جس نے قیدیوں والی جامنی ٹراؤزر شرٹ پہن رکھی تھی۔ اس کے سر پہ پٹی بندھی تھی۔ ہونٹوں اور کنپٹی پہ زخم نظر آ رہے تھے۔ ایک آنکھ کے قریب نیل پڑا تھا۔ مڑے ہوئے آستینوں سے بازوؤں پہ پڑے نیل اور سرخ نشان بھی واضح تھے۔ اس کا چہرہ مردنی لئے ہوئے تھا۔ ویران اور بے رونق۔ وہ گود میں ہاتھ رکھے بیٹھی تھی اور بس ان کو دیکھے جا رہی تھی۔

"اس تھانے کے لوگ انسان نہیں، جانور ہیں۔" دولت اس کو دیکھ کے غم و غصے سے کہہ رہا تھا۔

"فاتح صاحب نہیں آئے۔" کافی دیر بعد اس نے سوال کیا۔

"یہ سب حتان نے خود کروایا ہے' مجھے یقین ہے۔ ورنہ وہ عورتیں تمہیں مارتی رہیں' اور گارڈز بے خبر رہے؟ یہ ناممکن ہے۔ میں نے کورٹ میں درخواست دے دی ہے۔ تمہاری جان کے خطرے کے پیش نظر مجھے تم سے روز ملاقات کی اجازت مل گئی ہے۔"

"فاتح صاحب کیوں نہیں آئے؟" وہ بس اس کو دیکھے جا رہی تھی۔

"اس کے کچھ پرابلمز تھے۔ مگر وہ مسلسل میرے ساتھ رابطے میں ہے اور تمہارا حال احوال پوچھتا رہتا ہے۔"

"اور ایڈم؟ وہ واپس کے ایل نہیں آیا؟"

"وہ آ گیا تھا مگر کل رات تیز طوفان کی وجہ سے اس کے گھر اور قریبی مکانات کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ یوتو اس کا گھر ایک پسماندہ علاقے میں ہے۔ تم نے ٹی وی پہ......" دولت گڑبڑا کے جیسے اپنی بات روکی۔ (بھلا وہ ٹی وی کیسے دیکھ سکتی تھی؟ البتہ فجر کے بعد سے دو گھنٹے تک وہ زخمی حالت میں طوفان کی چنگھاڑ اور موسلا دھار بارش کی آواز سنتی رہی تھی۔)

تالیہ چپ چاپ سامنے والی دیوار کو دیکھنے لگی جو کافی اوپر جا کے چھت سے ملتی تھی۔ اس کی نظریں خالی تھیں اور یہ دیکھنا معنی نہیں رکھتا تھا کیونکہ بصارت کی حس مفلوج تھی۔ صرف درد محسوس ہوتا تھا۔ کمرے کی سفاک ٹھنڈ محسوس ہوتی تھی۔ دل کے زخم کا ادھیڑے جانا محسوس ہوتا تھا۔

"تالیہ... ہم جلد تمہیں یہاں سے نکال لیں گے۔ تم بس حوصلہ نہ ہارنا۔" وہ اب نرمی سے اسے تسلی دے رہا تھا۔ "اگر فاتح کے لئے کوئی پیغام ہے تو مجھے دے دو۔ میں یہاں سے اسی کے پاس جا رہا ہوں۔ ابھی وہ آفس میں ہوگا۔ گھر میں تو اس کی بیوی کا الگ تماشہ ہوتا ہے۔"

اس نے آنکھیں اٹھا کے دولت امان کو دیکھا تو ان آنکھوں میں امید تھی۔

"آپ ان سے کہیے گا کہ مجھے ان کی ضرورت ہے اور ان کو میری۔ وہ میرے ساتھ رہیں جیسا کہ ہم دونوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تھا۔"

"میں کہہ دوں گا۔ اگر تم چاہو تو اس کو کوئی نوٹ یا خط وغیرہ لکھ سکتی ہو۔" وہ جیب سے قلم نکالنے لگا تو تالیہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"مجھے خط لکھنے نہیں آتے۔ بس آپ ان سے کہہ دیجیے گا کہ وہ مجھ سے ملنے آئیں۔"

دولت چلا گیا تو اس کی جگہ اسی کرسی پہ حتان آ کے بیٹھ گیا۔ اس کی جیکٹ اور پونی میں بندھے گھنگریالے بال بھیگے ہوئے

تھے۔ باہر سے ہلکی ہلکی بارش برسنے کی آواز پھر سے آنے لگی تھی۔ اسی بارش نے ایڈم کو آنے نہیں دیا تھا۔ پہلی دفعہ تالیہ کو بارش سے نفرت محسوس ہوئی تھی۔

''تو پھر شروع کریں۔ بے تالیہ؟'' خستان نے طنزیہ آواز میں کہنا شروع کیا۔ ''آپ نے وہ انگوٹھی کیوں چرائی؟''

تالیہ کے ہتھکڑیوں میں جکڑے ہاتھ میز پہ تھے اور کمر سیدھی رکھے وہ بے تاثر نظروں سے خستان کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا اس انگوٹھی کو چرانے کے لئے آپ کو وان فاتح نے کہا تھا؟ آخر وہ آپ کے باس تھے۔ کیا وہ اس طرح صوفیہ رحمن کو ہرٹ کرنا چاہتے تھے؟''

(وہ جانتی تھی ان سب کا یہی مقصد تھا۔ وہ اسے فاتح کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے۔)

''اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں فاتح کے خلاف ایک لفظ بھی بولوں گی تو تم مجھے نہیں جانتے خستان۔ تم میرے ذریعے فاتح کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔''

''اور وان فاتح تمہارے خلاف بولنا شروع کر دے تو؟''

وہ اسی اطمینان سے اسے دیکھتی رہی۔ ''ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ خواب دیکھنا بند کر دو۔''

''اور جس دن ایسا ہوا نا..... تالیہ اس دن تم ان سارے جرائم کی تفصیل خود بتاؤ گی جو تم نے اس کے لئے کیے ہیں۔''

تالیہ نے بس ایک تیز نظر اس پہ ڈالی۔ ''تم میرے وہ پہلے دشمن ہو جو میرے ساتھ کیے گئے ظلم کا بدلہ پائے گا۔''

مگر خستان کو ذرہ برابر بھی فرق نہ پڑا۔ اس نے کمرے کی بتیاں بجھا دیں اور چھت سے لٹکتا واحد بلب جلا دیا۔ روشنی کا تارچر عذاب تھا۔ بتی جلتی، بجھتی اور پھر جلتی۔ وہ سر میں درد کرنے والی تھی اور ایسے میں وہ اس کے گرد چکر کاٹتے ہوئے سوالات کر رہا تھا۔

قانون کے مطابق وہ اس پہ ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا اور وہ خاموش رہ سکتی تھی۔ اسی لیے اس نے اسے رات کو پلانٹڈ عورتوں سے پٹوایا تھا۔

تالیہ نے آنکھیں بند کر لیں۔

اب ہر طرف اندھیرا تھا۔ سماعت کی حس مفلوج تھی۔ اس لیے خستان کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

اس نے خود کو یہاں سے دور کہیں تصور کرنا چاہا۔ ملاکہ کے کسی پھولوں سے بھرے باغ میں جہاں صرف وہ ہو اور گھوڑے کی باگ تھامے وان فاتح ہو..... اور وہ گھاس پہ چلتے ہوئے باتیں کر رہے ہوں۔

مگر یہ منظر تصور میں بن کے ہی نہیں دے رہا تھا۔

(اگر تم نے احتیاط نہ کی تالیہ تو ہم ایک دن کسی تھانے کے لاک اپ میں پڑے ہوں گے۔ جانتی ہو لاک اپ کتنا خوفناک ہوتا ہے؟)

تصورات کا تعلق بھی چھٹی حس سے ہوتا ہے۔ اس حس کو جگانے کے لئے باقی پانچ حسیات کا موجود ہونا بھی ضروری تھا۔ اس لیے اس کا تصور بار بار ٹوٹتا تھا۔ داتن کی ملامتی آواز..... بلب کی چبھتی روشنی..... حنان کے الفاظ..... سب اسے شدید ذہنی دباؤ میں ڈال رہے تھے مگر ایک بات طے تھی۔

تالیہ کی ہمت نہیں ٹوٹے گی۔

تیسری رات:۔

رات کو اسے ایک دوسرے سیل میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ یہ پہلے قید خانے سے چھوٹا تھا۔ دیواریں انہی رنگوں کی اونچی سی تھیں۔ فرش پہ دو طرف لوہے کے بیڈز رکھے تھے۔ ایک بستر پہ ایک چینی لڑکی لیٹی تھی۔ دوسرا خالی تھا۔ تالیہ دونوں بیڈز کے قریب دیوار سے ٹیک لگائے زمین پہ بیٹھی تھی۔ بازو سینے پہ لپیٹ رکھے تھے اور ماتھے کی پٹی ویسے ہی بندھی تھی۔ اس کی آنکھیں خلاء میں دیکھے جا رہی تھیں۔

''کیا تم مجھے سن رہی ہو؟'' تکیے پہ سر رکھے لیٹی لڑکی نے گردن موڑ کے اسے پکارا تو وہ چونکی۔

کیا وہ سن رہی تھی؟ کیا وہ لڑکی بار بار اسے پکار رہی تھی؟ وہ کمرے کا اندھیرا' زخموں کا درد' فرش کی ٹھنڈک' سب محسوس کر سکتی تھی مگر سننا..... سننا اس نے چھوڑ رکھا تھا۔ چاہے حنان کی باتیں ہوں یا دولت امان کی تسلیاں' یا داتن کی ملامتی آواز..... وہ کچھ بھی سمجھے بغیر بس سنے جاتی تھی..... اپنی سوچتی رہتی تھی..... مگر اس لڑکی کی آواز نے اس کی سماعت کی حس کو جگا دیا تھا۔

''کیا؟'' وہ چونک کے بولی۔

تالیہ کی ساتھی قیدی کہنیوں کے بل بستر پہ اوندھے لیٹی اور غور سے سامنے زمین پہ بیٹھی تالیہ کو دیکھا۔

''یہ تمہیں اتنی چوٹیں کیسے آئی ہیں؟''

وہ چپ رہی۔ ہاں وہ اب سن سکتی تھی۔

''اگر تو تمہیں قیدی عورتوں نے مارا ہے تو مجھے یقین ہے یہ گارڈز نے خود کروایا ہوگا۔''

وہ چپ چاپ اسے دیکھے گئی۔ وہ جو بیس پچیس سال کی خوش شکل چینی لڑکی تھی اور اس کا بات کرنے کا انداز سادہ اور برجستہ تھا۔

تالیہ اب الفاظ سمجھنے لگی تھی۔

"چھ دن پہلے جب میں یہاں آئی تھی تو پہلی رات میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔"

نیم اندھیر کمرے میں بستر پہ اوندھی لیٹی لڑکی اپنی لے میں بولے جا رہی تھی۔

"میں نے اپنے سوتیلے باپ کو مارا تھا۔ مگر وہ سیلف ڈیفنس تھا۔ خود کو بچانے کے لئے انسان پھر اور کیا کرے؟ مگر میری ماں میری دشمن بن گئی۔"

وہ اداسی سے کہے جا رہی تھی اور تالیہ بس اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس کی سماعتوں سے بہت سی آوازیں بیک وقت ٹکرا رہی تھیں۔ قریب میں نل کا ٹپکتا پانی' باہر گارڈ کے جوتوں کی آہٹ جو کبھی قریب آتے کبھی دور چلے جاتے۔ اور اس اداس لڑکی کی باتیں۔

"اور میرا شوہر... اس نے بھی دوسروں کا یقین کیا' میرا نہیں۔ میرا بیٹا چھ ماہ کا ہے مگر میں نے اتنے دن سے اسے نہیں دیکھا۔ مجھ سے تو کوئی ملنے بھی نہیں آتا۔ کم از کم تم سے کوئی ملنے تو آ جاتا ہے۔"

وہ بس خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔ لڑکی اٹھ کے بیٹھی اور دونوں ہاتھوں سے بال سمیٹنے لگی۔ اس کے چہرے کے نیل ابھی تک نظر آ رہے تھے۔

"تم نے کیا جرم کیا تھا؟"

جواب نہ آیا تو بالوں کو پونی میں باندھ کے وہ گردن موڑ کے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"تم نے بھی سیلف ڈیفنس میں مارا تھا کسی کو؟"

دیوار کے ساتھ لگی بیٹھی تالیہ بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم سن رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں سن رہی ہوں۔ اب میں سننے لگی ہوں۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"تو پھر بتاؤ... تم کیوں ہو اس جیل میں؟"

تالیہ اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اپنی میز تک آئی۔

"فاتح سے کہنا کہ اب تالیہ اچھے سے سننے لگی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے دیوار پہ لگا آئینہ اتارا اور زور سے زمین پہ گرا دیا۔ آئینہ فرش سے ٹکراتے ہی ٹکڑوں میں بٹ گیا۔

بستر پہ بیٹھی لڑکی دم بخود رہ گئی۔

تالیہ نے تکیے کا غلاف کھینچ کے اتارا اور اس کو ہاتھ پہ لپیٹ کے آئینے کا ایک لمبا سا ٹکڑا اٹھایا جو بڑے سے چھرے کے برابر تھا۔ جوتے کی نوک سے کرچیاں ایک طرف کیں اور اس لڑکی کے بستر کی طرف بڑھی۔ اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔

"رحتان سے کہنا کہ اسے تم سے بہتر ایجنٹ ڈھونڈنی چاہیے تھی تالیہ کی دوست بنا کے اس سے راز اگلوانے کے لئے۔ لیکن خیر... وہ جس کو بھی لے آتا... تالیہ کو فرق نہیں پڑتا کیونکہ تالیہ... اب... بننے لگی ہے۔"

وہ غراتی ہوئی اس کے بستر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ لڑکی بدک کے پیچھے ہٹی اور پھر جلدی سے بستر سے جست لگا کے اتری۔

"اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو اسی وقت یہاں سے نکل جاؤ اور رحتان سے کہو وہ خفیہ پولیس کی جس عورت کو بھی میرے سیل میں ان جعلی نیلوں کے ساتھ پلانٹ کرنے کی کوشش کرے گا وہ اپنی جان سے جائے گی۔" وہ غراتی ہوئی قریب آرہی تھی۔ ننگا تیز دھاری شیشہ ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا۔ لڑکی تیزی سے سلاخوں تک آئی اور زور زور سے آوازیں دینے لگی۔

"مجھے نکالو یہاں سے۔ یہ لڑکی پاگل ہے۔ مجھے مار دے گی۔"

اگلے ہی لمحے گارڈز بھاگتے آئے۔ تالیہ سیل کے وسط میں رک گئی۔ شیشہ اس کے ہاتھ میں چمک رہا تھا۔ سلگتی آنکھوں سے اس نے گارڈز کو دیکھا۔

"دوبارہ اگر کوئی عورت میرے سیل میں بھیجی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ تالیہ سے برا کوئی ہے بھی نہیں ہے۔"

یہ کہہ کے اس نے شیشہ پرے اچھال دیا۔ وہ زمین پہ گرتے ہی کرچیوں میں بکھر گیا۔

ایک گارڈ نے جلدی سے اس لڑکی کو باہر نکالا اور دوسرا گارڈ بغیر کچھ کہے آگے آیا اور شیشے کی کرچیاں اٹھانے لگا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ تالیہ کے اس عمل کی شکایت کرنے کے اہل نہیں تھے کیونکہ وہ لڑکی ان کی ساتھی تھی۔ اس لیے جلدی جلدی فرش صاف کر کے وہاں سے نکل گئے۔ دروازہ ایک دفعہ پھر مقفل ہو گیا۔

تیسرا دن:۔

ملاقاتی کمرے کی دیوار پہ خاموش سی مردنی چھائی تھی۔ وسط میں رکھی میز بھی چپ چاپ اپنے اردگرد بیٹھے دونوں نفوس کو دیکھ رہی تھی۔ تالیہ اسی جامنی ٹراوزر شرٹ میں ملبوس تھی۔ ہتھکڑیوں میں جکڑے ہاتھ میز پہ رکھے تھے اور سیاہ بالوں کو درمیانی مانگ کے ساتھ پونی میں جکڑ رکھا تھا۔ سر کی پٹی ہنوز بندھی تھی اور گال کی ہڈی کا نیل جامنی ہو چکا تھا۔ وہ نظریں جھکائے ان

کاغذات کو دیکھ رہی تھی جو دولت اسے دکھا رہا تھا۔

''صرف تین دن کی بات ہے' پھر دیکھنا' ہمیں کورٹ سے ضمانت مل جائے گی۔ اور شاید تم شہر نہ چھوڑ سکو مگر کم از کم تم گھر جا سکو گی۔'' وہ تحمل سے اسے سمجھا رہا تھا۔ وہ بس اثبات میں سر ہلائے جا رہی تھی۔ پھر نظریں اٹھا کے انہیں دیکھا۔

''کیا آپ نے فاتح کو میرا پیغام دیا تھا؟''

دولت نے نظریں جھکا دیں اور ایک دم کاغذوں میں سے کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔

''ہاں دے دیا تھا۔''

''تو انہوں نے کیا کہا؟ کیا وہ مجھے ایک فون نہیں کر سکتے؟''

''فون تو نہیں....'' وہ رکا اور نظریں اٹھائیں جیسے متامل ہو۔ جانے کیسے اسے سمجھ آ گئی کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔

''آپ نے انہیں بھی مجھے خط لکھنے کے لیے تو نہیں کہا تھا کیا؟''

دولت نے انگلی سے پیشانی مسلی۔ ''ہاں۔ اس نے مجھے دیا تھا کچھ۔''

اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور تذبذب سے ایک خط کا لفافہ نکالا۔ تالیہ نے جھپٹ کے اسے پکڑنا چاہا مگر دولت نے اسے پیچھے کر لیا۔

''تھوڑی سی پیچیدگی ہو گئی ہے تالیہ۔ تم نے پراسیکیوٹر کو پتہ نہیں کیوں یہ کہہ دیا کہ تم اس کی بیوی ہو۔ یہ بات اس کے گھر تک پہنچ گئی ہے اور اس نے جو بھی لکھا ہے اس سارے اسٹریس کے باعث لکھا ہے۔''

تالیہ نے تیزی سے لفافہ کھینچا اور اسے کھولا۔

''تاشہ......

میں پچھلے دو دن سے تمہارے لیے کوشش کر رہا ہوں۔ میں ہر ایک کے سامنے تمہیں ڈیفینڈ کر رہا ہوں مگر مجھے بہت افسوس ہوا جب تم نے اس پراسیکیوٹر کے سامنے ہماری کسی ایسی شادی کے بارے میں دعویٰ کیا جو ہم نے نہیں کی۔ مجھے اس دعوے کی وضاحت دیتے ہوئے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جس تاشہ سے میں واقف ہوں وہ میری اچھی دوست ہے اور میں دوستوں پہ give up نہیں کیا کرتا۔ اس لیے میری ایک نصیحت ہے کہ غصے میں بھی ایسی بات مت کہو جس پہ مجھے یا میری فیملی کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ ورنہ میری اور دولت کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی۔

وان فاتح''

نیچے اس کے دستخط تھے۔ وہ فاتح کی لکھائی بھی پہچانتی تھی اور اس لیٹر پیڈ کو بھی جو فاتح کے آفس میں ہوتا تھا اور جس کو وہ

خاص خطوط اور نوٹس کے لیے استعمال کرتا تھا۔

وہ صرف ان الفاظ کی اذیت کو نہیں پہچانتی تھی۔ اس نے آہستہ سے کاغذ پرے ڈال دیا۔ تالیہ کے بیچ پہ اب کبھی کوئی یقین نہیں کرے گا وہ جانتی تھی۔

''کل آپ نے کہا تھا کہ اس جیولر کے بارے میں تفتیش کریں گے جس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ انگوٹھی اس نے بنائی تھی۔'' کچھ دیر بعد وہ کہنے لگی تو دولت نے گہری سانس لی۔

''اس کے لیے مجھے اپنی لاء فرم کے انویسٹی گیٹر کو ہائر کرنا پڑے گا جو اتنے شارٹ نوٹس پہ کام کرنے کے لیے دگنی فیس لے گا۔''

''تو آپ دے دیں فیس۔ آپ جتنی فیس کہیں گے فاتح صاحب دے دیں گے۔'' اور تب ایک خیال نے اس کے اوپر گھڑوں پانی انڈیل دیا۔ ''کیا فاتح میری فیس نہیں دے رہے؟''

یہ خیال اس خط سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔

''دیکھو تالیہ.....'' وہ صلح جو انداز میں سمجھانے لگا۔ ''اس کی بیوی اور اس کے مخالفین کی اس کے ہر قدم پہ نظر ہوتی ہے۔ وہ تمہیں تھانے کال بھی کرے گا تو میڈیا اس کال کی ریکارڈنگ چلائے گا۔ ایسے میں اس کا کوئی بھی منی ٹریل تمہاری مدد کے لئے استعمال ہو تو مخالفین اس کا اسکینڈل بنا سکتے ہیں۔ فاتح جتنا کر سکتا تھا' وہ کر رہا ہے۔''

''مگر وہ میری فیس نہیں دے رہے۔'' وہ یک ٹک اس کو دیکھ رہی تھی۔

''تم اتنی جلدی بدگمان کیوں ہو رہی ہو؟ میں نے اسے آج تک کسی کے لیے اتنا فکرمند نہیں دیکھا جتنا وہ تمہارے لیے ہے۔''

تالیہ نے لب بھینچ لئے اور نفی میں سر ہلایا۔ ''وہ جو کہہ لیں میں ان سے بدگمان نہیں ہو سکتی۔ مجھے یقین ہے وہ میرے ساتھ رہیں گے۔ مگر فیس کی آپ فکر مت کریں۔ میرے پاس بہت پیسے ہیں۔ میں آپ کو پوری فیس ادا کر دوں گی۔ آپ صرف اس انویسٹی گیٹر کو ہائر کر لیں۔'' وہ ماتھے پہ بل ڈالے کہہ رہی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ دولت کے چہرے پہ اطمینان اترا تھا۔

''ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ میں ابھی خود اسے پے کر دیتا ہوں۔ تم مجھے بعد میں دے دینا۔ اور ہاں فاتح تو اس نے کہا ہے کہ آج وہ رات میں تم سے ملنے آئے گا شاید۔ یو نو..... جب میڈیا نہ ہو تو.....''

''رات میں کیوں؟ دن کی روشنی میں ساری دنیا کے سامنے آنا ہے تو آئیں ورنہ تالیہ کو کسی ملاقات کی ضرورت نہیں ہے۔''

''اب تم زیادتی کر رہی ہو تالیہ۔'' اس نے افسوس سے اسے دیکھا۔ ''میں رات میں ملاقات کا انتظام کرنے کے لیے اتنی

کوشش کررہا ہوں۔تم اس طرح اس کو روکرو گی تو اس کی بیوی....اور پارٹی والے اس کو مجبور کردیں گے کہ......"

"کہ کیا؟"

دولت بولتے بولتے رکا جیسے احساس ہوا ہو کہ کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔

"وہی.....تمہاری فیس نہ دینے کے لئے۔ڈونٹ وری ہم وہ مینیج کرلیں گے۔"

مگر اسے محسوس ہوا کہ اسے دکھ سے بچانے کے لیے کچھ تھا جو اس سے چھپا رہا تھا۔باہر کی دنیا میں کیا ہو رہا تھا؟اسے کچھ خبر نہیں مل رہی تھی۔

ان کے جانے کے بعد حتان کے بوٹس کی آواز آئی تو اس نے چہرہ سپاٹ بنالیا اور ہاتھ گود میں رکھ لئے۔

"ایڈم نام کا ایک لڑکا تم سے ملنے آیا تھا۔"

حتان کرسی کھینچ کے بیٹھا اور خوشگوار انداز میں بات کا آغاز کیا تو وہ چونکی مگر تاثرات سپاٹ رکھے۔

"کہاں ہے وہ؟"

"میں تمہیں اس سے ملوا دیتا لیکن گزشتہ رات اس کا باپ میرے پاس آیا تھا۔اس بے چارے نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اس کے بیٹے کو بدنام زمانہ تالیہ مراد سے دور رکھوں۔کیونکہ وہ اب اتنا بڑا اسیلیبرٹی بن چکا ہے کہ اس کا یہاں آنا بھی اسکینڈل بن جائے گا۔اس لئے میں نے ایڈم کو یہ کہہ کے واپس بھیج دیا کہ ملاقات کی اجازت نہیں ہے وہ دو دن بعد آئے۔سوری۔"

اس کے اندر غصے کا ابال سا اٹھا۔چہرہ دہکنے لگا۔

"تمہیں یہ کرنے کا حق نہیں تھا حتان۔"

گھنگریالے بالوں والے کمشنر نے کندھے اچکائے۔"یہ میرا تھانہ ہے تالیہ۔یہاں میرا حکم چلتا ہے۔اگر تمہیں شکایت ہے تو مجسٹریٹ سے کہہ دینا۔مگر ابھی اس کے پاس پیش ہونے میں کچھ دن ہیں۔چلو تب تک میں ایک غریب باپ کی مدد کرتا رہوں گا۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے دوستوں سے مجھے دور کر کے مجھے ان سے بدگمان کردو گے تو تم لوگ غلط ہو۔"

"کون سے دوست؟وہ جس کا باپ تمہیں اپنے بیٹے کے لئے برا شگون سمجھتا ہے یا وہ سیاستدان جو....." کہتے کہتے وہ رکا اور تالیہ کے تاثرات دیکھے۔وہ چونکی تھی۔کندھے سیدھے ہوئے تھے۔

"جو کیا؟"

حسان کے لبوں پہ استہزائیہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ ”تمہارے وکیل نے تمہیں نہیں بتایا؟“

”کیا نہیں بتایا؟“ اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔

وہ پراسرار انداز میں مسکرایا۔ ”ویل.... تم کل اپنے وکیل سے خود ہی پوچھ لینا۔ میں کچھ کہوں گا تو برا بنوں گا۔“

”تم صرف مجھے ان سے بدگمان کرنے کے لیے جھوٹ بول رہے ہو۔ یہ بھی ایک تفتیش کا طریقہ ہوتا ہے میں سب جانتی ہوں۔ تم جو بھی کہہ لو' فاتح صاحب مجھے کبھی ڈس اون نہیں کریں گے۔“ اس کا اعتماد غیر متزلزل تھا۔

”آہ تالیہ.... حقیقت تو یہ ہے کہ....“ وہ ہاتھ باہم پھنسائے آگے ہوا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ”میں یہاں تمہارا سب سے بڑا ہمدرد ہوں۔ اگر تم یہ اعتراف کر لو کہ تمہارے جرائم میں وان فاتح بھی ملوث تھا تو میں تمہاری سزا کم سے کم کروا سکتا ہوں۔“

”تمہارا چہرہ وہ پہلا چہرہ ہوگا جو یہاں سے نکلنے کے بعد میں بگاڑوں گی حسان۔ اس بات کو یاد رکھنا۔“

حسان کے تاثرات بگڑے' اس نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا اور پھر سپاہیوں کو آواز دی۔ اس کے ٹارچر کا وقت ختم ہوا چاہتا تھا۔ تالیہ کے ساتھ مغز ماری کا فائدہ نہیں تھا۔

چوتھی رات:۔

اس کا سیل آج رات خالی تھا۔ دوسرے بستر پہ کسی نئی قیدی عورت کو نہیں بھیجا گیا تھا۔ یہ سارے کھیل اب پرانے ہو چکے تھے۔

وہ بیڈ کے وسط میں' دیوار سے ٹیک لگائے اکڑوں بیٹھی تھی۔ بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ رکھے تھے اور دور خلاء میں دیکھ رہی تھی۔ اب وہ سن بھی سکتی تھی' اور محسوس بھی کر سکتی تھی مگر اس رات عرصے بعد اسے جیسے کوئی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ گارڈ نے کوئی تیز مردانہ پرفیوم لگا رکھا تھا جو نتھنوں سے بار بار ٹکراتا تھا۔ اسے آج کھانے میں جلنے کی بو بھی محسوس ہوئی تھی۔ باتھ روم والے حصے سے بھی گٹر جیسی بو آ رہی تھی۔

مگر پھر ایک دم.... اس سارے میں ایک خوشبو کا اضافہ ہو گیا۔

قیمتی عطر کی خوشبو جو تازہ گلابوں اور جاسمین کے پھولوں کا ملا جلا تاثر دیتی تھی۔ وہ خوشبو جس وجود سے آ رہی تھی وہ سامنے موجود تھا۔ تالیہ نے نظریں اٹھا کے اندھیرے میں اسے دیکھا۔

سلاخوں کے دروازے سے ٹیک لگائے' بازو سینے پہ لپیٹے' وہاں شہزادی تاشہ کھڑی تھی۔ اس کا سرخ زرتار لباس پیروں تک

آتا تھا۔ اور سنہرے بالوں پہ رکھا تاج اندھیرے میں بھی دمک رہا تھا۔ وہ مسکرا کے استہزائیہ انداز میں جامنی لباس والی قیدی لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔

''فاتح نہیں آیا نا۔ رات کا کہہ کے بھی نہیں آیا۔''

اکڑوں بیٹھی لڑکی نے سپاٹ چہرہ اٹھا کے اس دمکتی ہوئی شہزادی کو دیکھا۔

''ان کی مجبوریاں ہیں۔ اور میں نے خود ہی تو منع کر دیا تھا۔''

''یہ محبت اسی طرح لوگوں کے لئے تاویلیں اور بہانے گھڑواتی ہے۔ مان لو کہ وہ تمہیں چھوڑ چکا ہے۔''

''وہ مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ ہم دونوں کو ایک ساتھ رہنا ہے۔''

''مگر جو وعدہ اسے یاد ہی نہیں۔ وہ اسے کیسے نبھائے گا؟'' شہزادی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔ اس کے وجود سے اٹھتی مہک سارے قید خانے کو معطر کیے ہوئے تھی۔

''کہا نا۔ وہ مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ وہ مجھے یہاں سے نکال لیں گے۔''

''کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا' تالیہ۔ انسان کو اپنے آپ کو خود بچانا پڑتا ہے۔''

مگر تالیہ نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔ ''وہ مجھے بچانے آئیں گے۔ اس لئے میں وہ نہیں کروں گی جو تم چاہتی ہو۔'' اور خفا آنکھیں اٹھا کے شہزادی کو دیکھا جس نے کندھے بے نیازی سے اچکا دیے تھے۔

''چچ چچ.... میں جو چاہتی ہوں اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے' تالیہ۔ تم اس قید خانے میں رہی تو تم پاگل ہو جاؤ گی۔''

''یہ قید خانہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں نے اس سے برے حالات دیکھے ہیں۔''

''ان برے حالات میں تمہارے دوست تمہارے ساتھ تھے۔ یہاں تم اکیلی ہو۔ اپنی حالت دیکھو۔ تم بیمار لگ رہی ہو۔ تم ذرا ذرا سی آواز پہ چونک جاتی ہو۔ فوراً سے اپنے بچاؤ کے لئے ہتھیار تلاش کرتی ہو۔ تمہیں خوف ہے کہ کوئی تمہیں نیند میں مار دے گا۔ تم یہاں رہی تو خود کو کھو دو گی۔''

شہزادی قدم قدم چلتی قریب آنے لگی۔ اس کے لباس میں لگے موتی زمین سے ٹکرا کے آواز پیدا کرنے لگے۔ خوشبو تیز ہونے لگی۔

''مجھ سے دور رہو۔'' وہ گھٹنوں کو بازوؤں میں جکڑے پیچھے ہو کے مزید دیوار سے لگ گئی۔ ''میں یہاں سے نہیں بھاگوں گی۔ مجھے غلط آئیڈیاز نہ دو۔'' ساتھ ہی وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

شہزادی اس کے بستر کے قریب آ رکی۔ اس کے سارے وجود سے روشنیاں پھوٹ رہی تھیں۔ خوشبو کا ہالہ مزید تیز ہو گیا

تھا۔

”یہ تالہ تم کھول سکتی ہو۔ باریک سی پن ہی تو چاہیے۔ کسی گارڈ کی گن لے کر... دوسروں کو مار کے یہاں سے بھاگ سکتی ہو ۔تمہیں یہ جیل توڑنی ہوگی تالیہ۔“

”نہیں۔ تالیہ نہیں بھاگے گی۔“ اس نے گھٹنوں میں سر دے دیا اور نفی میں گردن ہلانے لگی۔ ”ورنہ تالیہ ساری عمر بھاگتی رہے گی۔ وان فاتح مجھے بچانے آئیں گے۔ ایڈم آئے گا۔ داتن آئے گی۔ تم دیکھنا۔ مجھے کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔“

”تو پھر وہ ابھی تک کیوں نہیں آیا؟“

”ان کی کوئی مجبوری ہوگی۔ یا یہ لوگ مجھ سے جھوٹ بول رہے ہیں تاکہ مجھے فاتح کے خلاف کر دیں۔ ہرگز نہیں۔ میں ان کی باتوں میں نہیں آؤں گی۔“ سر گھٹنوں میں دیے اس نے اپنے ناخنوں کو بازوؤں میں پیوست کر رکھا تھا اور اس کا سارا وجود کانپ رہا تھا۔ شہزادی نے ترحم سے گٹھڑی بنی کانپتی لڑکی کو دیکھا۔

”کوئی کسی کو بچانے نہیں آتا، تالیہ۔ کیا تم نے ابھی تک یہ بات نہیں سیکھی؟“

”چلی جاؤ، تم یہاں سے۔ چلی جاؤ۔“ اس نے سر اٹھایا اور وہاں پڑا گلاس اٹھا کے زور سے دیوار پہ مارا۔

خوشبو غائب ہوگئی۔ روشنی کا ہالہ بکھر گیا۔

اور پھر کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ وہ اسی طرح بیٹھی نفی میں سر ہلاتی رہی۔ اس کے جسم کا درجہ حرارت آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا تھا....

(اگر تم نے احتیاط نہ کی تالیہ تو ایک دن ہم کسی تھانے کے لاک اپ میں پڑے ہوں گے۔ جانتی ہو لاک اپ کتنا خوفناک ہوتا ہے؟)

چوتھا دن:۔

اسے صبح سے بخار چڑھا ہوا تھا۔ پولیس کے ڈاکٹر نے دوا وغیرہ دے دی تھی مگر اس کے باوجود تالیہ کو جسم ٹوٹتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ وہ آج ملاقاتی کمرے میں بیٹھی تھی تو ناک اور رخسار سرخ ہو رہے تھے۔ وہ بالکل گم صم بیٹھی تھی۔

حنان نے اس کی حالت دیکھی تو سپاہی سے اس کی ہتھکڑی کھولنے کا کہہ دیا۔ اس نے چپ چاپ ہتھکڑی کھلوا دی۔ اور سامنے خلاء میں دیکھتی رہی۔ حنان مقابل کرسی کھینچ کے بیٹھا اور قدرے نرمی سے گویا ہوا۔

”تالیہ... تم اس قید کو نہیں سہار سکو گی۔ صرف اعترافِ جرم کر لو اور وان فاتح کے بارے میں لکھ دو یہاں (قلم اور پیڈ

سامنے کیا) تو تم بہت جلد گھر جا سکو گی۔"

تالیہ گلابی پڑتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔ بولی کچھ نہیں۔

"میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم مزید اس ٹارچر سے گزرو۔"

"تمہیں واقعی لگتا ہے حسّان کہ میں اس گڈ کاپ' بیڈ کاپ کے کھیل کو نہیں سمجھتی؟" وہ بولی تو آواز خراب گلے والی محسوس ہوتی تھی۔ "کبھی میرے قید خانے میں اپنا پالا ہوا اسٹول Pigeon ڈال دیتے ہو جو مجھ سے دوستی کرے' کبھی گڈ کاپ بن جاتے ہو مگر زیادہ وقت بیڈ کاپ رہ کے میرے دوستوں کو مجھ سے ملنے سے روکتے ہو۔ تمہیں لگتا ہے تالیہ بے وقوف بن جائے گی۔"

حسّان کے چہرے پہ واضح برہمی اترتی دکھائی دی۔ ساری نرمی عنقا ہو گئی۔ وہ ماتھے پہ بل ڈالے آگے کو جھکا اور چبا چبا کے بولا۔

"تمہیں لگتا ہے ہم فاتح کو تم سے ملنے سے روک رہے ہیں؟ تمہیں تمہارے وکیل نے نہیں بتایا؟"

وہ تکلیف کے باوجود مسکرائی۔ اس کا پورا جسم اس وقت جل رہا تھا۔

"مجھے تمہارے ان جھوٹوں سے فرق نہیں پڑتا۔ میں تو صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ جو میں تمہارے چہرے کے ساتھ کروں گی' اس کے بعد وہ کون سا پلاسٹک سرجن ہو گا جو میرے کام کو درست کرنے کا ذمہ اٹھائے گا؟"

اس کے چہرے کو ماتھے سے تھوڑی تک دیکھا۔

"چچ چچ.... تمہیں معلوم بھی نہیں کہ تمہارے چہرے کے لئے کتنے آئیڈیاز ہیں میرے پاس۔" اور واپس سیدھی ہو گئی۔ آواز خراب تھی' چہرہ مرجھایا ہوا اور آنکھیں بخار سے سرخ پڑ رہی تھیں' مگر گردن ابھی تک تنی ہوئی تھی۔

حسّان جواب میں کچھ سخت کہنے لگا تھا کہ سپاہی نے وکیل صاحب کے آنے کی اطلاع دی۔ وہ رک گیا اور اسے اندر بھیجنے کا کہا۔

دولت بارش کے باعث بھیگا ہوا لگ رہا تھا۔ اندر آیا تو فوراً دیر سے آنے پہ معذرت کرنے لگا۔ فائلز میز پہ رکھیں اور کرسی کھینچ کے بیٹھا۔ اس کا رین کوٹ بھیگا ہوا تھا۔ مگر وہ اس نے نہیں اتارا اور تالیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ پھر چونک کے حسّان کو دیکھا جو کرسی پہ ٹیک لگائے گال تلے انگلی رکھے ہنوز وہاں بیٹھا تھا۔

"کمشنر صاحب۔" دولت کے ماتھے پہ بل پڑے۔ "آپ بھول رہے ہیں کہ وکیل اور اس کے کلائنٹ کی گفتگو کے دوران آپ یہاں نہیں بیٹھ سکتے۔"

"آپ نے شاید اپنی کلائنٹ کو وان فاتح کے بیان کے بارے میں نہیں بتایا۔" وہ مسکرا کے دلچسپی سے تالیہ کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔" میں تو صرف وہی سننے رکا ہوں۔"

دولت چونکا۔ ایک دم تالیہ کو دیکھا اور پھر گردن موڑ کے حنان کو گھورا۔ جیسے نگاہوں میں تنبیہہ کی ہو۔

"کمشنر' تم میری کلائنٹ کو ذہنی اذیت نہ دو تو بہتر ہے۔ مجھے معلوم ہے مجھے اپنی کلائنٹ کو کیا بتانا ہے اور کیا نہیں۔"

"وہ ویڈیو یوٹیوب پہ ہے' دولت صاحب اور اس کے ہزاروں ویوز ہیں۔ ساری قوم ٹی وی پہ ویسے ہی اسے دیکھ چکی ہے۔ میں نہیں بتاؤں گا تو کوئی سپاہی بتا دے گا۔ آپ کیوں اپنی کلائنٹ سے وہ سب چھپا رہے ہیں۔"

"حنان۔" دولت صاحب نے ضبط سے دانت بھینچے۔" میں تمہاری شکایت کر دوں گا۔"

"مگر میں نے کیا کیا ہے؟" اس نے حیرت سے شانے اچکائے۔" میں تو صرف سچ بتانا چاہتا ہوں۔"

"کون سی ویڈیو؟" وہ بہت ضبط سے بیٹھی تھی مگر اس کی آنکھوں میں دولت کے لئے شدید چبھن تھی۔

"تالیہ.... دیکھو.... سیاستدانوں کو سیاسی بیان دینے پڑتے ہیں۔" اس نے اپنے وکالت بھرے انداز میں کہنا شروع کیا۔

"کون سی ویڈیو دولت صاحب؟"

"میرے پاس فون نہیں ہے' انہوں نے اندر لانے نہیں دیا۔ مگر اس میں کچھ خاص نہیں ہے۔ صرف...."

"میرے پاس ہے نا فون۔" حنان نے مسکرا کے سمارٹ فون نکالا اور یوٹیوب کھول کے تالیہ کے سامنے رکھا۔" خود ہی سرچ کر لو۔ ہم دکھائیں گے تو تم کہو گی کہ جعلی ویڈیو ہے۔"

"حنان پلیز مجھے میری کلائنٹ کے ساتھ تنہا چھوڑ دو۔" دولت نے فوراً سے فون اٹھانا چاہا مگر تالیہ کے اندر تو انائی بھر چکی تھی۔ اس نے تیزی سے فون اچکا اور کپکپاتی انگلیوں سے "وان فاتح کا بیان" لکھ کے ٹائپ کیا۔ وہ جانتی تھی وہ سب جھوٹ بول رہے تھے۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا جو اسے فاتح سے بدگمان کر سکے۔

اگلے ہی لمحے ویڈیوز کی فہرست کھلی اور اس میں پہلی ویڈیو کی ہیڈ لائن کچھ یوں تھی۔

"وان فاتح نے اپنی ایکس چیف آف اسٹاف سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔"

تالیہ کے حلق میں کچھ پھنس سا گیا۔ اس نے انگلی کا پور اس ویڈیو پہ رکھا۔

"سر.... آپ تالیہ مراد کے بارے میں کیا کہیں گے جو آج کل پولیس کی تحویل میں ہیں۔"

وہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ کار کی طرف جا رہا تھا اور راستے میں صحافی اپنے مائیک لئے اس کے ساتھ دوڑتے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے فاتح رکا اور کندھے اچکائے۔

''دیکھیں.....وہ ہماری ایک پارٹی ورکر تھی۔ایک اسٹاف تھی۔ہم اس کو آفیشلی پارٹی سے نکال چکے ہیں اور اگر اس نے کچھ غلط کیا ہے تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔اس کو اپنے جرم کی سزا ملنی چاہیے۔اور جو بھی قانونی تقاضے ہیں وہ پورے ہونے چاہئیں۔''

''سر آپ کو کیا لگتا ہے تالیہ مراد واقعی ایک چور ہیں؟ ایک کون وومن ہیں؟''

ڈرائیور دروازہ کھولے کھڑا تھا۔سوٹ میں ملبوس اس وجیہہ صورت سیاستدان نے کندھے اچکائے اور کیمرے میں دیکھ کے بولا۔''میں نہیں جانتا۔وہ ایک اچھی ورکر تھی۔ہمارے لئے اس نے کام کیا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر اس نے کوئی جرم کیا ہے تو ہم اس کو سپورٹ کریں۔ہمارا اس سے تعلق چند ماہ پہلے سے ختم ہو چکا ہے اور ہم اس کے کسی فعل کے لئے ذمہ دار نہیں ہیں۔آگے پولیس جانے اور تفتیشی ادارے۔ایکسکیوزمی۔''

بڑے ہی آرام سے وہ کہہ کے کار میں بیٹھ گیا۔ویڈیو ختم ہو گئی۔

''تالیہ....'' دولت صاحب نے الفاظ ڈھونڈنے چاہے۔''اس بات کا ایک پس منظر ہے۔اس کو ساتھ والوں نے مجبور کیا تھا کہ....'' مگر تالیہ نے زور سے موبائل پرے دے مارا۔

''یہ ویڈیو جعلی ہے۔یہ ہشان نے خود بنائی ہے تا کہ مجھے فاتح سے بدگمان کرے۔'' وہ گردن اٹھا کے ضبط سے کہنے لگی۔الفاظ پھنس پھنس کے حلق سے نکل رہے تھے۔

''رئیلی؟'' ہشان نے تعجب سے اسے دیکھا اور اپنا موبائل اٹھایا جو زمین پہ گر گیا تھا۔شکر کے ٹوٹا نہیں تھا۔''یعنی کہ تم اب بھی یقین نہیں کرو گی کہ.....؟ واؤ۔'' وہ کرسی دھکیل کے اٹھا اور موبائل کی اسکرین سے گرد صاف کرتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

دروازہ بند ہو گیا تو اس نے گردن موڑ کے دولت کو دیکھا جو پریشان نظر آ رہا تھا۔

''یہ ویڈیو جعلی ہے نا؟'' ابرو اٹھا کے ضبط سے پوچھا۔

''دیکھو اس میں جو بھی کہا گیا ہے وہ اس نے دل سے نہیں کہا۔تم نہیں جانتی تمہارے پیچھے اسے کتنا مجبور کیا گیا تھا۔''

تالیہ کے لبوں پہ زخمی مسکراہٹ بکھر گئی۔''یعنی یہ اصلی ہے؟''

دولت بے چارگی سے اسے دیکھنے لگا۔

''اگر یہ ویڈیو اصلی ہے اور آپ کا دوست مجھے واقعی ڈس اون کر چکا ہے تو آپ یہاں کیوں آتے ہیں؟ یا شاید....'' وہ چونکی۔''وہ آپ سے رابطے میں اس لئے ہیں تا کہ آپ مجھے ان کے خلاف کچھ بولنے نہ دیں۔'' اس نے سمجھ کے سر ہلایا۔''ان سے جا کے کہیے گا کہ ان کو ان کے وعدے بھول چکے ہوں' تب بھی مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔میں ان کے خلاف کبھی نہیں بولوں گی'

چاہے وہ میرے بارے میں پبلک میں جو بھی کہیں۔"

وہ کہہ کے کھڑی ہو گئی۔"آپ کو بھی آئندہ یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں اپنا کیس ہر عدالت میں خود لڑ سکتی ہوں۔"

"تالیہ...تھوڑی دیر بیٹھ کے میری بات سنو۔میں ایڈم کے بارے میں بات کرنے آیا تھا...."

"مجھے کسی سے نہیں ملنا۔نہ ایڈم سے نہ فاتح سے۔پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"اس کا سر گول گول گھوم رہا تھا۔بخار کی حدت بڑھتی جا رہی تھی۔اسے واپس اپنے سیل میں جانا تھا۔

اسے تنہا بیٹھ کے خواب سارا رونا تھا۔

پانچویں رات:۔

رات سیاہ ہو چکی تھی اور باہر سے آتی آوازیں اب دم توڑ گئی تھیں۔وہ کروٹ کے بل لیٹی سلاخوں والے دروازے کو دیکھے جا رہی تھی۔بخار کا زور ٹوٹ گیا تھا اور اس کا جسم ٹھنڈے پسینے میں بھیگا ہوا تھا۔اب درجہ حرارت کم ہوا تو اس کی ذائقے کی حس بھی بیدار ہونے لگی.... پہلے حلق میں بخار کی دوا سے کڑواہٹ محسوس ہونے لگی اور پھر اسے کسی اور شے کا ذائقہ یاد آیا۔

گراس ہوپرز۔

اس کے سامنے اندھیر قید خانے میں ایک دم ہر طرف گھاس اگ آیا تھا۔دیکھتے ہی دیکھتے وہاں گھنے درخت ادھر ادھر آ کھڑے ہوئے۔ان کے درمیان ایک لڑکی کھڑی تھی اور منہ بناتے ہوئے پتے کے اندر لپٹے گراس ہوپرز کو منہ میں رکھ رہی تھی۔تالیہ اس لڑکی کو یک ٹک دیکھے گئی۔

اس کے سنہری بال سوکھے کیچڑ سے اٹے تھے۔چہرے پہ بھی سرخ مٹی لگی تھی اور کپڑے میلے تھے۔کندھے پہ بیگ اٹھائے وہ متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

"میں کدھر پھنس گئی ہوں؟"وہ کراہ کے بولی۔"کوئی مجھے بچانے کیوں نہیں آ رہا؟ کسی کو تو آنا چاہیے تھا۔"

"ہم سب اس میں آپ کی وجہ سے پھنسے ہیں' چے تالیہ۔"سامنے سے آواز آئی تو تالیہ نے چونک کے دیکھا۔ایک نوجوان تھیلے میں پتے بھرتے ہوئے بگڑ کے کہہ رہا تھا۔"آپ کے لالچ نے ہم سب کو اس جنگل میں پھنسا دیا ہے۔میں آپ سے ملنے تک نہیں آ سکتا کیونکہ میرے ماں باپ' میرا خاندان' میڈیا سب میرے خلاف ہو جائے گا۔"

"ایسے مت کہو ایڈم۔"دوسرے کونے سے وہ ہیولہ سا بولا تھا۔

کسی خواب کی سی کیفیت میں بستر پہ لیٹی تالیہ نے نظریں موڑیں۔

اس طرف وہ کھڑا تھا۔ سفید گدلی شرٹ والا مرد اور وہ اپنی ازلی نرمی سے کہہ رہا تھا۔

''تالیہ کا قصور نہیں ہے۔''

''وہ ٹھیک کہہ رہا ہے تو انکو۔'' وہ کیچڑ میں لت پت لڑکی ایک دم گھٹنوں کے بل زمین پہ گری اور منہ سے گراس ہو پرز باہر تھوک دیے۔ اس کے آنسو زار و قطار بہنے لگے تھے۔

''میرے لالچ نے مجھے یہاں پھنسایا ہے اور میری وجہ سے آپ دونوں بھی اس اسکینڈل میں پھنس گئے ہیں۔ تالیہ کے پاس ہمیشہ پلان ہوتا تھا مگر اب میرے پاس کوئی پلان نہیں ہے۔ میں کیا کروں' تو انکو؟ میں کیا کروں؟''

سفید شرٹ والا مرد گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کے اس کے سامنے جھکا اور نرمی سے بولا۔

''Make A Wish''

روتی ہوئی لڑکی نے سر اٹھا کے بھیگے چہرے کے ساتھ اسے دیکھا۔

''مجھے یہاں سے نکلنا ہے۔ میں یہاں رہی تو مر جاؤں گی۔ آپ کیوں مجھے چھوڑ کے چلے گئے ہیں؟ کوئی مجھے بچانے کیوں نہیں آ رہا؟ مجھے چاکلیٹ کا ذائقہ بھول گیا ہے۔ مجھے کوکو فروٹ کی خوشبو بھول گئی ہے۔ میری حسیات مر گئی ہیں۔ مجھے وہی کوکو فروٹ چاہیے۔''

نیچے بیٹھی لڑکی نے روتے ہوئے ہاتھ بڑھایا مگر اس کے سامنے جھکے مرد کے پاس کوئی پھل نہیں تھا۔

''جو تمہیں آتا ہے' وہ تمہاری جان ہمیشہ بچاتا رہے گا' تالیہ۔''

''مجھے صرف خواب دیکھنا آتے ہیں۔ مجھے اور کچھ نہیں کرنا آتا۔'' وہ چلائی تھی۔

بستر پہ کسی مریض کی طرح لیٹی لڑکی یک ٹک اس منظر نامے کو دیکھ رہی تھی۔

''خواب تصور کا دوسرا نام ہے۔'' وہ اس کے سامنے جھکے آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ ''اور تصور کرنے کے لئے چھٹی حس کا ہونا اور چھٹی حس کے لئے پہلی پانچوں کا ہونا ضروری ہے۔ تمہیں یہاں سے خود کو نکالنا ہے۔''

''مگر کیسے؟ سب مجھے چھوڑ گئے ہیں۔''

''جو تمہیں کرنا آتا ہے' وہ تمہاری جان ہمیشہ بچاتا رہے گا۔''

''میں نے تمہیں کہا تھا کہ ان سیاستدانوں سے محبت اچھی نہیں ہوتی۔'' ایک بھاری بھرکم عورت عقب سے آ کے غصے سے بولی تو زمین پہ بیٹھی لڑکی چونک کے اس کی طرف گھومی۔ ''کہا تھا میں نے تالیہ کہ ایک دن ہم دونوں کسی تھانے کے لاک اپ

میں پڑے ہوں گے۔ جانتی ہو لاک اپ کتنا خوفناک ہوتا ہے؟"

"تمہیں مجھے ایکسپوز کرنے کی بجائے اپنی فکر کرنی چاہیے تھی' تالیہ۔" جنگل کے کونے میں کھڑی عصرہ بولی تو اس لڑکی نے چونک کے اسے دیکھا۔ وہ نیلی لمبی میکسی میں کھڑی زیورات پہنے' ہمیشہ کی طرح دمک رہی تھی۔

"فاتح کو تم یاد نہیں ہو۔ اس کی بیوی صرف میں ہوں۔"

"میں نے بھی تمہیں کہا تھا کہ تمہیں میرے پاس واپس آ جانا چاہیے۔" ایک اور آواز آئی۔ تالیہ نے نظروں کا رخ موڑا۔ ماتھے پہ سرخ پٹی باندھے' لمبے بالوں والا رانچہ مراد سلاخوں کے پار کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ "تم میری دنیا سے تعلق رکھتی ہو۔ یہ غلام' یہ لوگ' یہ سب تمہارے دشمن ہیں۔"

گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھی گدلی میلی سی لڑکی کا سر گول گول گھوم رہا تھا۔ وہ گردن موڑ موڑ کے ان سب لوگوں کو اپنے اردگرد بولتے سن رہی تھی۔ پھر اس نے کانوں پہ ہاتھ رکھ لیے۔

"میں کیا کروں؟" آوازوں کا شور بہت زیادہ تھا۔

وہ آدمی اب بھی گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے اس کے سامنے جھکا ہوا تھا۔ اس شور میں وہ دھیرے سے بولا۔

"محسوس کرو۔ دیکھو۔ سنو۔"

"کیا؟"

اس آدمی نے نفی میں سر ہلایا اور زور دے کر بولا۔ "وہ محسوس کرو جو محسوس نہیں ہوتا۔ وہ سونگھو جو موجود نہیں ہے۔ وہ سنو جو خاموش ہے اور وہ دیکھو جو نظر نہیں آتا۔"

بستر پہ لیٹی تالیہ نے آنکھیں بند کر لیں تو سارے کردار فضا میں تحلیل ہو گئے۔

اب اس کے گرد صرف خاموشی تھی۔ اور اندھیرا تھا۔

پانچواں دن:۔

وہ قید خانے میں بستر پہ آلتی پالتی کیے بیٹھی تھی۔ سامنے ٹرے میں کھانا رکھا تھا اور وہ بڑے بڑے لقمے لیے تیزی سے کھاتی جا رہی تھی۔ ماتھے کی پٹی غائب تھی اور چہرے کا نیل اب ہلکا تھا۔ بال کنگھی کر کے اونچی پونی میں باندھ رکھے تھے اور وہ بہتر نظر آ رہی تھی۔

دفعتاً سلاخوں کے پار ستان آ کے کھڑا ہوا اور غور سے اسے کھاتے ہوئے دیکھا۔

''محترمہ آپ نے انٹیروگیشن کے لئے آنے سے انکار کیوں کر دیا؟ کیا آپ کو لگتا ہے آپ کے پاس چوائس ہے؟''

چاول ہاتھ سے منہ میں رکھتے ہوئے تالیہ نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔ ''تمہیں مجھ سے ڈرنا چاہیے حنان۔ تمہیں روز روز مجھ سے نہیں ملنا چاہیے۔''

حنان مسکرا دیا۔ ''لگتا ہے آپ کو وان فاتح کے بیان کا غم لے ڈوبا ہے۔''

اس نے کندھے اچکائے اور بظاہر بے نیازی سے بولی۔ ''مجھے فرق نہیں پڑتا حنان۔ تالیہ نے ہمیشہ خود کو ہر مشکل سے خود نکالا ہے۔ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ تمہیں البتہ پلاسٹک سرجن کی ضرورت جلد پڑے گی۔''

''ٹھیک ہے۔ آج کا دن تم آرام کر لو۔ کل سے ہم دوبارہ تفتیش شروع کریں گے۔ اور اگر کوئی بیان لکھنا ہو تو اس پہ لکھ دینا۔'' اس نے نوٹ پیڈ اور قلم اندر پھینکا جو فرش پہ آ گرا۔

''اگر دولت صاحب آئیں تو کہنا کہ.....''

''وہ آج آئے نہیں ہیں۔ ان کا فون آیا تھا کہ وہ کل آئیں گے۔ مگر مجھے لگتا ہے دوست کا بھانڈا پھوٹنے کے بعد وہ شرمندگی سے شاید تمہیں اپنی شکل نہ دکھائیں۔''

''اور ایڈم؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''وہ روز آتا ہے مگر میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ تم اس سے نہیں ملنا چاہتیں۔ سوری۔'' اس نے محظوظ انداز میں شانے اچکائے تو تالیہ نے چبھتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''مجھے تمہارے چہرے کے لئے ابھی سے افسوس ہے، چچ چچ۔'' اور سر جھٹک کے واپس چاول کھانے لگ گئی۔ اسے قلم کاغذ مل گیا تھا۔ اسے فی الحال اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔

اب اسے نہ ایڈم سے ملنا تھا۔ نہ فاتح سے۔

تالیہ کو یہاں سے کوئی نہیں نکال سکتا تھا سوائے تالیہ کے۔

وہ بستر پہ بیٹھی اور نوٹ پیڈ پہ پین سے لکیریں لگانے لگی۔ اسے آنکھیں بند کر کے جب تھانے میں لایا گیا تھا تو کتنے قدم وہ کس سمت میں چلی تھی۔ آوازیں کتنی دور سے آتی تھیں۔ بارش کی تڑتڑ کتنے فاصلے سے سنائی دیتی تھی۔ چھت کتنی اونچی تھی۔ کتنے گارڈز اب تک اس نے دیکھے تھے۔ بالائی پولیس ڈانگ وانگی کے بارے میں اب تک وہ کیا جانتی تھی؟ وہ گود میں پیڈ رکھے تیز تیز قلم چلاتی گئی۔

وہ اس جیل میں مزید نہیں رہے گی۔ اس نے سوچ لیا تھا۔

اسے اپنے تمام دوستوں اور محبتوں کو چھوڑ کے یہاں سے دور چلے جانا تھا۔

چھٹی رات :۔

رات گہری ہو چکی تھی۔ تالیہ کے سیل میں نیم اندھیرا تھا۔ ایک چھوٹا بلب جل رہا تھا اور وہ زمین پہ بیٹھی تھی۔ گود میں کاغذ رکھے وہ ان پہ مسلسل لکھے جا رہی تھی۔

ایسے بہت سے لکھے ہوئے کاغذ آس پاس فرش پہ پڑے تھے۔ وہ بار بار نفی میں سر ہلاتی' قلم ہونٹوں پہ رکھ کے سوچتی اور کاٹ کے کچھ اور لکھتی۔ اس کے بال کسی ہوئی پونی میں بندھے تھے اور چہرے کا نیل اب نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ وہ بالکل فوکسڈ اور منہمک لگ رہی تھی۔

''تم جیل میں ہو اور میں فاتح کے ساتھ ہوں۔'' سلور چمکدار میکسی کو پہلوؤں سے اٹھاتے' اونچے جوڑے والی عصرہ کسی اندھیر کونے سے نکلی اور روشنی کی طرف آئی۔ وہ تمسخر سے نیچے بیٹھی تالیہ کو دیکھ رہی تھی۔

''تم مجھے ایکسپوز نہیں کر سکتی اب تالیہ۔ میں البتہ اس کو اب کبھی تمہارا خیال نہیں آنے دوں گی۔''

سر جھکائے لکھتی ہوئی تالیہ کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ وہ مصروف سے انداز میں بولی۔

''تم ان کو لے سکتی ہو عصرہ۔ میں ان کو ان کی سیاسی غلامی سے نجات نہیں دلا سکی۔ وہ مصلحت کے غلام تھے اور رہیں گے۔ مجھے اب ان کا انتظار نہیں ہے۔''

''اور میں؟ میرا کیا ہے تالیہ؟'' دوسرے کونے سے قدم قدم چلتا ایڈم باہر نکلا۔ ڈیزائنر سوٹ پہنے' وہ ہلکی بڑھی شیو والا نوجوان ناراض ناراض سا لگ رہا تھا۔ ''مجھ سے کیوں نہیں ملنا چاہتیں آپ۔''

''تم نے مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ زبردستی ملنے بھی تو آ سکتے تھے نا۔ شاید یہ لوگ تمہیں روک رہے ہیں۔ شاید تمہارا عزم اتنا مضبوط نہیں تھا۔'' وہ سر جھکائے تیز تیز قلم چلاتے ہوئے بولی۔ ''مگر مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ میں تم سب کو ہمیشہ مصیبت میں ڈالتی ہوں۔ آج سے میں اپنی مصیبتوں کی ذمہ دار بھی خود ہوں گی اور اپنی نجاتِ دہندہ بھی خود ہوں گی۔''

''تمہیں میری کوئی نصیحت یاد نہیں رہی۔'' سامنے سلاخوں کے پاس کھڑی بھاری بھر کم عورت خفگی سے کہہ رہی تھی۔ ''میں نے کہا تھا کہ سیاسی ورکر نہ بنو۔ وان فاتح پہ بھروسہ نہ کرو۔ میں نے کہا تھا کہ ایک دن ہم کسی تھانے کے لاک اپ میں پڑے ہوں گے.... جانتی ہو لاک اپ کتنا خوفناک ہوتا ہے؟''

''پلیز تم لوگ چلے جاؤ یہاں سے۔'' وہ سر اٹھائے بغیر آہستہ سے بولی۔

"کیوں' تالیہ؟ تم مجھے کیوں نہیں دیکھنا چاہتی؟" وہ بھاری' نرم لہجہ۔

تالیہ کا قلم چلاتا ہاتھ رکا۔ اس نے آنکھیں اٹھائیں تو وہ سامنے کھڑا تھا۔

قدیم ملاکہ والے لباس میں۔ سفید چھوٹا کرتا اور سفید پاجامہ۔ ماتھے پہ سبز رنگ کی پٹی۔ اور چہرے کی وہ نرم' حوصلہ افزاء مسکراہٹ۔ تالیہ کا گلا رندھنے لگا۔

"کیونکہ آپ... ایڈم... داتن... شہزادی تاشہ... راجہ مراد... یہ میرے ساتھ قید خانے میں بھیجی جانے والی عورتیں... حنان... یہ سب رکاوٹ ہیں۔"

وہ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کے اس کے سامنے جھکا اور مسکرا کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"ہم رکاوٹ کیوں ہیں؟"

اور اس لمحے تالیہ مراد پہ انکشاف ہوا کہ اس کی حسیات کیوں مرگئی تھیں اور ابھی تک مکمل طور پہ واپس کیوں نہیں آئی تھیں۔

"کیونکہ..." اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ "آپ کی محبت' عصرہ کی نفرت' ایڈم اور داتن کی دوستی' مراد راجہ سے خونی رشتہ... یہ سب میری کمزوریاں ہیں۔ یہ سب میرے حواسوں کو معطل کردیتی ہیں۔ میں آپ لوگوں سے آزاد ہونا چاہتی ہوں۔"

"مگر تمہاری حسیات تو واپس آنے لگی تھیں۔" وہ اب بھی مسکرا رہا تھا۔ "یاد کرو۔ تم سن سکتی ہو۔ چکھ سکتی ہو۔ چھو کے محسوس کرسکتی ہو اور سونگھ بھی سکتی ہو۔"

"مگر ابھی تک دیکھ نہیں سکتی۔ آپ لوگ مجھے "دیکھنے" نہیں دے رہے۔ آپ میری رکاوٹیں' میری ڈسٹریکشنز ہیں۔" اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"وان فاتح' میں نے قید خانے میں ایک بات جان لی ہے کہ انسان کو اپنی آزادی حاصل کرنے کے لیے کسی نہ کسی دکھ سے گزرنا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی ہم دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب نہیں کرپاتے کیونکہ دونوں میں تھوڑا تھوڑا دکھ مل رہا ہوتا ہے مگر دکھ تو ہر راستے میں ہوگا۔ کرنا وہ ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور آزادی کے لئے انسان کو خود غرض بن کے سوچنا پڑتا ہے۔ صرف اپنے لئے۔ اور آپ لوگ میری رکاوٹیں ہیں۔ مجھے آپ کے آنے یا نہ آنے سے کوئی گلہ نہیں ہے کیونکہ میں آپ سب سے آزاد ہونا چاہتی ہوں۔ مجھے راستہ تب "دکھائی" دے گا جب آپ لوگ سامنے سے ہٹیں گے۔"

اور ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے بہنے لگے۔ منظر نامہ دھندلا گیا اور جب دھند چھٹی تو اس نے دیکھا کہ وہ وہاں اکیلی بیٹھی تھی۔

فرش پہ اس کے گرد کاغذ بکھرے تھے اور آہنی سلاخیں خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

اس نے گہری سانس لے کر وہ کاغذ اکٹھے کیے اور ان کے ٹکڑے کر کے سامنے رکھے پانی کے جگ میں ڈالتی گئی۔ پانی تیزی سے ان پہ لکھی روشنائی کو گھولنے لگا۔

تالیہ بے رنگ مائع کو گدلا ہوتے دیکھتی رہی۔ اس کے زخم اب مندمل ہو رہے تھے۔

اس کا پلان تیار تھا۔

کل رات وہ اس جیل سے فرار ہو جائے گی۔

☆☆==========☆☆

چھٹا دن:۔

ملاقاتی کمرے میں دن کی روشنی بکھری تھی۔ جامنی لباس میں ملبوس بتالیہ خاموشی سے سامنے موجود حتان کو دیکھ رہی تھی جو کرسی پہ ٹیک لگا کے بیٹھا اپنے ازلی کرخت اور تحقیر بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''میں نے سنا ہے ساری رات تم لکھتی رہیں اور پھر سارے کاغذ پانی میں ڈبو دیے۔''

''اعتراف جرم کرنا آسان نہیں ہوتا۔'' وہ سادگی سے اسے دیکھ کے بولی تو حتان چونکا۔ پھر سیدھا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں چمک در آئی۔

''تو تم اعتراف جرم کے لئے تیار ہو؟''

''ہاں۔ مجھے ایک اور پین چاہیے۔'' اس کی فرنٹ پاکٹ کی طرف اشارہ کیا جس میں ایک قیمتی فاؤنٹین پین اٹکا تھا۔ حتان مسکرایا اور وہ پین نکال کے اس کی طرف بڑھا دیا۔

''میں مزید کاغذ بھیج دوں گا مگر تم اپنے accomplice کا بھی نام لکھو گی۔''

''یعنی کردان فاتح کا۔ مجھے معلوم ہے۔'' وہ جتنے سکون سے بولی حتان نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

''تم کوئی گیم تو نہیں کھیل رہیں تالیہ؟''

''تم فکر مت کرو۔ یہاں سے نکلنے کے بعد تمہارا چہرہ بگاڑنے کا وعدہ ضرور پورا کروں گی۔ لیکن اگر وان فاتح مجھے ڈس اون کر سکتے ہیں تو میں بھی ان کو ڈس اون کر سکتی ہوں۔'' ہتھکڑی والے ہاتھوں سے پین اٹھایا اور اس کو گھور کے بولی تو وہ ڈھٹائی سے مسکرا دیا۔

''میں کھانا بھجواتا ہوں۔ اچھا سا۔ رائٹ؟'' وہ جلدی جگہ سے اٹھا۔ ''اور اگر تمہارا وکیل آئے تو؟''

''اس سے کہنا واپس چلا جائے۔ مجھے وان فاتح کے بھیجے وکیل کی کوئی ضرورت نہیں۔ صبح تک میرا اعتراف جرم تمہاری ٹیبل پہ ہوگا۔'' اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ اشارہ تھا کہ وہ اب جانا چاہتی تھی۔ حنان فوراً سے بولا۔

''شیور... مگر یاد رکھنا... اگر یہ کوئی گیم ہوئی تو میں پولیس کو Shoot to Kill کا حکم دینے کا اختیار رکھتا ہوں۔'' اس کے لہجے میں تنبیہہ تھی۔ وہ ہلکی سی مسکرائی۔

''سنو حنان۔ پستول تمہارے پاس ہے' اختیارات تمہارے پاس ہیں۔ میں تو ہتھکڑیوں میں جکڑی ایک بے بس لڑکی ہوں۔ اتنا کیوں ڈرتے ہو مجھ سے؟'' اور استہزاء سے اسے دیکھ کے پلٹ گئی۔ حنان نے جواب نہیں دیا۔ کچھ بڑبڑا کے وہ سپاہیوں کو آواز دینے لگا تھا۔

ساتویں رات:۔

رات دو پہر بیت چکی تھی۔ تالیہ بیڈ پہ اکڑوں بیٹھی تھی۔ ساتھ رکھا نوٹ پیڈ خالی تھا۔ اور اس پہ رکھا حنان کا پین اس سلور پن سے محروم ہو چکا تھا جو اس پہ موجود تھی۔ وہ سلور پن تالیہ اپنے ہاتھوں میں گھما رہی تھی اور ذہن کچھ سوچ رہا تھا۔

اسے فاتح کے خلاف کوئی اعتراف نہیں کرنا تھا۔ اسے صرف وقت چاہیے تھا۔ وہ اس پن سے آرام سے لاک اپ کا تالہ کھول سکتی تھی۔ اسے لڑنا بھی آتا تھا۔ وہ کسی سپاہی کی گن لے کر اس کو یرغمال بنا کے تھانے سے نکل سکتی تھی۔ کے ایل میں اس کی پناہ گاہ کیا تھی' کس لاکر میں اس کا go bag پڑا تھا' مختلف پاسپورٹ اور نوٹوں کے بنڈل کے ساتھ... اس کے پاس سارا پلان تھا۔ صرف ایک ہمت چاہیے تھی۔

فاتح' ایڈم اور داتن کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کے چلے جانے کی ہمت۔

ملائیشیاء کے میڈیا میں ہمیشہ کے لئے مفرور اور مجرمہ کہلوائے جانے کی ہمت۔

کیا وہ یہ کر سکتی تھی؟

اتنے مہینوں کے کیے ''اچھے'' کام... وہ سچائی اور امانت داری کے راستے پہ چلنا... وہ سب رائیگاں چلا جائے گا۔ وہ تاعمر بدنام ہو جائے گی۔ اسی چیز سے وہ ہمیشہ ڈرتی تھی۔ لوگ سمجھیں گے کہ اس نے واقعی انگوٹھی چرائی تھی۔ وہ وان فاتح کے لئے ایک ایسا کلنک بن جائے گی جس کے موضوع سے بھی وہ نظریں چرائے گا۔ مگر فاتح تو اسے ڈس اون کر چکا تھا۔

نہیں۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ضرور اسے عصرہ نے مجبور کیا ہوگا۔

اس نے آنکھیں بند کیں تو ذہن کے سامنے وہی منظر آ گیا۔ وہ جھک کے اسے کہہ رہا تھا۔

Make A Wish

وہ دیکھو جو دکھائی نہیں دے رہا..... وہ سنو جو سنائی نہیں دیتا..... وہ سونگھو جو موجود نہیں ہے.....

ایک دم چونک کے تالیہ نے آنکھیں کھولیں۔ تیزی سے اس نے اپنے تکیے تلے ہاتھ مارا۔ وان فاتح کا خط وہاں اس دن سے رکھا تھا۔

تالیہ نے وہ خط کھولا اور اسے دھڑکتے دل سے دوبارہ پڑھا۔

ڈیئر تاشہ..... ڈیئر تاشہ..... ڈیئر تاشہ.....

اس کی ساری حسیات جاگ اٹھی تھیں۔

اور چھٹی حس وہ دیکھنے کا نام ہے جو دکھائی نہیں دیتا۔

وہ سونگھنا جس کی خوشبو نہیں ہوتی.....

بے ذائقہ کو چکھنا.....

خاموشی کو سننا.....

اس کو محسوس کرنا جو موجود نہیں ہے۔

تالیہ بنتِ مراد نے آہستہ سے گردن اٹھائی اور دور اوپر نظر آتی اونچی چھت کو دیکھا.....

اونچی بہت اونچی چھت.....

(احتیاط کیا کرو تالیہ ورنہ ایک دن ہم کسی تھانے کے لاک اپ میں پڑے ہوں گے؟ جانتی ہو لاک اپ کتنا خوفناک ہوتا ہے؟) اس کے اگلے الفاظ تالیہ نے زیرِ لب دہرائے۔ (تنگ تاریک سی کوٹھڑی جس کی چھت سر پہ آتی محسوس ہوتی ہے۔ ہر کونے میں مرے ہوئے چوہے تعفن پھیلا رہے ہوتے ہیں۔ کھانے کے برتنوں پہ لگی پھپھوندی کا ذائقہ کھانے میں آتا ہے۔ احتیاط کیا کرو' تالیہ!)

وہ سرعت سے بستر سے اٹھی' ننگے پاؤں سلاخ دار دروازے تک گئی اور پن تالے میں گھسا کے ہلانے لگی۔ چند حرکات اور تالہ کلک کے ساتھ کھل گیا۔ تالیہ نے بنا آواز کے تالہ نکالا' اور دروازہ کھول کے برہنہ پیر باہر فرش پہ رکھے۔ فرش ٹھنڈا تھا۔ اسے ٹھنڈا ہی ہونا تھا۔

سامنے طویل راہداری تھی جو خالی تھی۔ اس نے پن اور تالہ فرش پہ گرا دیا۔ زوردار آواز سے وہ نیچے گرے مگر اسے پرواہ نہ تھی۔ وہ قدم قدم آگے راہداری میں بڑھتی گئی۔

راہداری کے سرے پہ دروازہ تھا جہاں سے اس کو گزار کے روز ملاقاتی کمرے میں لے جایا جاتا تھا۔وہ اس دروازے پہ رکی اور ہینڈل گھما کے اسے دھکیلا۔دروازہ آواز کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔

سامنے ملاقاتی کمرہ نہ تھا۔

سامنے ایک بڑا سا ہال تھا جس میں بے تحاشہ کاٹھ کباڑ اور کارڈ بورڈز رکھے تھے۔وہاں وسط میں چند کرسیاں موجود تھیں جن میں سے ایک پہ بیٹھے شخص نے اسے آتے دیکھ کے گردن اٹھائی تھی۔پھر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

دروازے پہ ننگے پیر کھڑی تالیہ نے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑ کے اس شخص کو دیکھا۔

''آپ کا کھیل ختم' دولت صاحب۔میں کسی تھانے کے لاک اپ میں نہیں ہوں۔نہ آپ وکیل ہیں' نہ وان فاتح نے آپ کو بھیجا تھا۔'' وہ چبھتی نظروں سے اس کو دیکھ کے باآواز بلند بولی۔''کون ہیں آپ؟''

سوٹ میں ملبوس دولت مسکرا کے اٹھا اور کسی شعبدہ باز کی طرح دونوں بازو پھیلائے۔

''آف کورس میں کوئی وکیل نہیں ہوں۔میں اسپیشل برانچ کا تفتیشی آفیسر دولت امان ہوں اور تمہارا کیس میرے زیرِ تفتیش ہے۔''

اس کمرے میں بہت سے لوگ بیٹھے کام کر رہے تھے۔کوئی کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔کوئی چائے پی رہا تھا۔تالیہ کو دیکھ کے ان سب نے ہاتھ روک لیے تھے۔پیچھے ایک کرسی پہ براجمان موبائل پہ گے رشان نے بھی فون نیچے کرلیا تھا۔

''آپ گڈ کاپ تھے اور رشان بیڈ کاپ تھا۔'' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولی تھی۔''اور یہ تھانے کا لاک اپ نہیں تھا۔'' اس نے اطراف میں دیکھا۔''کیونکہ کے ایل کے تھانوں کے لاک اپ کی چھتیں اتنی اونچی نہیں ہوتیں۔یہ کوئی سیف ہاؤس ہے۔جس میں آپ نے مجھے رکھا ہوا تھا۔اس کی دیواریں ساؤنڈ پروف ہیں اور وہ بارش کی خوفناک تڑتڑاہٹ...وہ آڈیو ریکارڈنگ تھی جو آپ مجھے سنواتے تھے تاکہ مجھے باہر کی اصل آوازیں نہ آئیں۔مگر بارش کی خوشبو مجھے کبھی نہیں آتی تھی۔مجھے کبھی اس تھانے سے مرے ہوئے چوہے کی بو بھی نہیں آئی۔اور ہاں...آپ کے ایل کے تھانوں کے برتنوں کی طرح یہاں کے برتنوں کو پھپھوندی لگانا بھی بھول گئے۔'' وہ گردن اٹھا کے چاروں اطراف میں دیکھ رہی تھی۔''مجھے یہاں بولتے ہوئے اپنی گونج سنائی دیتی تھی۔کیونکہ یہ عمارت شاید کبھی کبھی استعمال ہوتی ہے۔''

''بالکل۔ہم ایک پہاڑی پہ واقع سیف ہاؤس میں ہیں۔ہم سب دن رات یہیں ہوتے تھے۔''

''جانتے ہیں مجھے کیسے معلوم ہوا؟وان فاتح کے جعلی خط سے۔آپ نے اپنی طرف سے اسمارٹ بنتے ہوئے ہر چیز کرلی' مگر آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اب مجھے تاشہ کہنا چھوڑ چکے تھے۔جب وہ مجھے جان جاتے ہیں تو صرف تالیہ کہتے ہیں۔یہ ان

کی صدیوں پرانی عادت ہے۔"

"تالیہ۔ ہم جتنی محنت کر لیتے' ہم پیچھے سات دن سے زیادہ ایک کون وومن کو Con نہیں کر سکتے تھے۔" دولت مسکرا کے کھڑا تھا۔ وہاں موجود سب لوگ گویا دن رات وہاں بیٹھے تالیہ مراد کے سیل سے باہر "خود" نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ بھنویں بھینچے غور سے اطراف میں دیکھتی آگے بڑھ رہی تھی۔ وہاں اسے دیکھ کے سب دم سادھے' ہاتھ روک چکے تھے۔ دفعتاً بیٹھا اشان کھڑا ہوا اور ہلکے سے کندھے اچکائے۔

"سوری.... میں صرف دولت صاحب کے اسکرپٹ کے مطابق کام کر رہا تھا۔ میں پولیس کمشنر نہیں ہوں۔ میں اسپیشل برانچ میں ان کا جونیئر ہوں۔" بال کھجا کے معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔ تالیہ نے بس ایک تیز نظر اس پہ ڈالی اور آگے بڑھتی رہی۔ وہ وہاں رکھے کاٹھ کباڑ کو غور سے دیکھ رہی تھی جو کاٹھ کباڑ نہیں تھا۔ عدالتی کمرے کی چیزیں' پولیس یونیفارم۔

"تو آپ کا Con اس وقت شروع ہوا تھا جب آپ میرے وکیل بن کے مجھے تھانے سے لے آئے تھے۔ وہ تھانہ اصلی تھا مگر آپ نے مجھے وہاں سے نکال لیا۔ کون ہیں آپ لوگ؟" وہ غور سے اسے دیکھتی کمرے کے وسط میں رک گئی۔ دولت نے ایک کرسی اٹھائی اور اس کے سامنے پیش کرنے والے انداز میں رکھی۔

"پلیز بیٹھیے' بے تالیہ۔ ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم صرف اپنی جاب کر رہے تھے۔"

وہ اسے انہی چبھتی نظروں سے دیکھتی بیٹھی تو وہ اپنی کرسی کھینچ کے سامنے بیٹھا اور کہنے لگا۔

"ہم صوفیہ رحمن کی بہترین ٹیم ہیں۔ وقت کی وزیر اعظم کو سرو کرنا ہمارا فرض ہے۔ وزیر اعظم نے آپ کی فائل اس لئے کھلوائی تھی کہ آپ کے ذریعے وان فاتح کو ٹارگٹ کیا جائے مگر جب احمد نظام نے یہ بتایا کہ ان کے خیال میں آپ ایک Con وومن ہیں تو ہم نے ٹیک اوور کر لیا۔ ہم نے آپ کی گرفتاری کے فوراً بعد آپ کو وہاں سے نہ صرف نکال لیا بلکہ وہ انگوٹھی اور آپ کی گرفتاری کا سارا ریکارڈ بھی تلف کر دیا۔"

"آپ گڈ کاپ تھے۔" وہ تندہی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "آپ مجھے کار میں اپنے ساتھ لے کر گئے تا کہ میرے بدترین خدشات کو جان سکیں۔"

"بالکل۔ اور تا کہ میں یہ جان سکوں کہ آپ بھاگیں گی یا نہیں۔ کیونکہ ہمیں آپ سے تین چیزیں مقصود تھیں۔ آپ کی اپنے باس سے وفاداری دیکھنا' آپ کا نہ بھاگنا' اور آپ کا خود کو ایک ذہین انسان ثابت کرنا۔ ہم جانتے ہیں اب آپ وہ سارے کام چھوڑ چکی ہیں مگر آپ نے ان تینوں امتحانوں پہ پورا اتر کے خود کو بہترین Con Woman ثابت کیا ہے۔"

"آپ کو وان فاتح نے نہیں بھیجا تھا مگر آپ نے کار میں میری ان سے بات کروائی تھی۔"

''میں وکیل نہیں ہوں مگر میں اس کا دوست ہوں۔ اور وہ چھوٹی سی کال اس Con کا حصہ تھی تاکہ آپ مجھ پہ بھروسہ کر سکیں۔''

''اور وہ عدالت.... وہ اخبار.... وہ میڈیا والے بھی جعلی تھے؟'' اسے وہ آوازیں یاد آئیں جو تھانے کی سیڑھیاں چڑھتے سنائی دی تھیں۔

''وہ اخبار، وہ میڈیا والوں کی آوازیں، وہ سب ایک الوژن تھا چے تالیہ۔ میری کار سے جب ختان نے آپ کو گرفتار کیا تو ہم آپ کو اسی سیف ہاؤس میں لائے تھے۔ ان چھ دنوں میں آپ اس سیف ہاؤس کے اردگرد سے کہیں نہیں گئیں۔ عدالتی کمرہ بھی اسی عمارت میں بنایا تھا ہم نے اور آپ کو کار میں بھی اسی کے گرد گھما کے واپس لے آتے تھے۔ اینچو لی.... آپ گرفتار ہوئی ہی نہیں ہیں۔ نہ میڈیا پہ کسی کو معلوم ہے نہ پولیس کو علم ہے۔''

''اور وان فاتح؟ ایڈم؟ داتن؟''

''میں آپ کے فاتح پہ بھروسے کی قدر کرتا ہوں۔ آپ کی توقع کے مطابق اس نے آپ کو ڈس اون نہیں کیا۔ فاتح کی ویڈیو جعلی تھی اور ایک جعلی ویب سائٹ پہ ہم نے ہوسٹ کی تھی۔ ایڈم، داتن اور خود فاتح کو بھی معلوم نہیں کہ آپ کہاں ہیں اور وہ سب آپ کے لئے فکرمند ہیں۔ ہم نے آپ کو صرف یہ تاثر دیا تھا کہ آپ اکیلی ہیں۔''

''اور آپ نے جان بوجھ کے میرے سیل میں ایک خاتون کو پلانٹ کیا تاکہ میں سمجھوں کہ وہ گڈ کاپ ہے اور میرا دھیان آپ کی طرف نہ جائے کیونکہ اصل گڈ کاپ تو آپ تھے۔'' اس نے برہمی سے اس کی بات کاٹی۔ ہال میں سب چپ چاپ اسے دیکھ رہے تھے۔ ''آپ نے، دولت صاحب، آپ نے مجھے مار پڑوائی تھی، ختان نے نہیں۔ آپ میری برداشت کو آزما رہے تھے۔ پوچھ سکتی ہوں کیوں؟''

''یس.... چے تالیہ....'' دولت گہری سانس لے کر بولا۔ ''ہم آپ کو ایک بھیانک خواب دکھا رہے تھے۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ ہم آپ کے خلاف ثبوت نہیں ڈھونڈ سکتے تھے؟ پراسیکیوٹر صاحب سے زیادہ ریسورسز ہیں ہمارے۔ ہم اگر تفتیش پہ آتے تو ہم آپ کو حقیقی مقدموں میں پھنسا سکتے ہیں جن کے بعد یہ برا خواب حقیقت بن سکتا ہے۔''

''تو آپ مجھے دھمکا رہے تھے؟ کہ یہ سب سچ ہو سکتا ہے اگر....؟ اگر؟''

دولت کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ وہ دونوں کمرے کے وسط میں آمنے سامنے بیٹھے تھے اور سب چپ چاپ انہیں دیکھ رہے تھے۔

''ہم آپ کو صرف یہ باور کرانا چاہ رہے تھے کہ یہ سب سچ نہیں ہو سکتا، آپ کے سارے جرائم وزیراعظم کے خصوصی

Pardon پہ مبنی حکم نامے سے معاف ہو سکتے ہیں' آپ کو ساری زندگی کے لئے Immunity مل سکتی ہے اور اگلا وزیراعظم بھی اس کو نہیں چھیڑ سکتا۔ آپ آزادی سے اس ملک میں زندگی گزار سکتی ہیں.... غرض حکومت آپ کے سارے جرائم معاف کرنے کے لئے تیار ہے.... اگر....''

''اگر میں وان فاتح کے خلاف گواہی دوں؟''

''نہیں بے تالیہ۔ ہم سیاستدانوں کے لئے کام نہیں کرتے۔ ہم ریاست کے لئے..... ملک کے لئے کام کرتے ہیں۔ وزیراعظم صاحبہ کو ایک مسئلہ درپیش ہے جو ان کے خیال میں آپ حل کر سکتی ہیں اور اس کا وان فاتح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ کی اس ایک سروس کے نتیجے میں حکومت آپ کو معاف کرنے کے لیے تیار ہے۔''

''اور میں کیسے یقین کرلوں کہ یہ سب سچ ہے۔''

دولت نے بنا تامل کے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پلاسٹک کے زپ لاک بیگ میں لپٹی سرخ نگینے والی انگوٹھی اس کی طرف بڑھائی۔

''پہلا گیسچر ہماری طرف سے یہ ہے کہ آپ آزاد ہیں۔ آپ گھر جا سکتی ہیں۔ مگر کل صبح آپ کو یہاں آنا ہوگا۔ وزیراعظم صاحبہ سے ملنے۔ وہ آپ کو'جاب' کا خود بتائیں گی۔ میرے سوا یہاں کوئی اس جاب کی نوعیت سے واقف نہیں ہے۔ البتہ اگر آپ نہ آئیں تو ہم آپ کے خلاف تفتیش کھول دیں گے اور یہ برا خواب سچ ہو جائے گا۔''

تالیہ نے ہاتھ بڑھا کے پیکٹ پکڑا۔ انگوٹھی نکال کے انگلی میں پہنی اور ہاتھ اوپر کر کے دیکھا۔ اس کا ہاتھ بڑے دن بعد مکمل مکمل سا لگنے لگا تھا۔

''ایسا کیا کام ہے مجھ سے وزیراعظم صاحبہ کو جو آپ کی ماشاءاللہ اتنی ری سورس فل ٹیم نہیں کر سکتی۔'' طنز سے اردگرد کے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ آپ ان سے خود سنیں تو بہتر ہوگا۔''

تالیہ نے ایک اچٹتی نگاہ سارے میں ڈالی۔ پھر حنان پہ نگاہ رکی۔ وہ مسکرایا مگر اس نے منہ پھیر لیا۔

''ہم نے آپ کے ساتھ کافی برا سلوک کیا ہے اور ہم اس کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ آپ اب آزاد ہیں۔ ہم صرف آپ کے جیل توڑنے کا انتظار کر رہے تھے۔ تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ آپ اپنی آزادی کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہیں۔ ہم وہی آزادی آپ کو حکومتی معافی نامے سے دینے جا رہے ہیں۔ کل صبح تک آپ سوچ سکتی ہیں۔'' یہ کہہ کے دولت اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک اہلکار نے تالیہ کا پرس اور سامان جو اس کے پاس گرفتاری کے وقت موجود تھا لا کے سامنے رکھا تو اس نے ایک لفظ کہے بنا وہ سب اٹھایا

اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

باہر ایک برآمدہ تھا جس کے نیچے بڑا سا لان تھا۔ لان تک جانے کے لئے زینے بنے تھے۔ اوپر آسمان سیاہ تھا۔

یہ کسی پہاڑی پہ بنا بڑا سا ریسٹ ہاؤس لگتا تھا۔ اندھیرے میں بھی وہ خوبصورت نظر آرہا تھا۔ زینے اترتے ہوئے ٹھنڈی ہوا اس سے ٹکرائی تو اس کی اونچی سیاہ پانی چھونے لگی۔

وہ بالآخر آزاد تھی۔

بھیانک خواب ختم ہو چکا تھا۔

☆☆==========☆☆

حالم کا بنگلہ فجر کی بھیگتی روشنی میں مغموم سا کھڑا تھا۔ اسٹریٹ پولز ابھی روشن تھے اور ان کی دودھیا روشنی سڑک کو منور کیے ہوئے تھی۔ تالیہ مراد اپنا ہینڈ بیگ اور تھیلا اٹھائے قدم قدم اٹھاتی اپنے بنگلے کی طرف جاتی دکھائی دے رہی تھی۔

گیٹ عبور کیا تو اندر اس کی کار پورچ میں کھڑی دکھائی دے رہی تھی۔ جانے اسے وہاں کون لایا تھا۔ ان پچھلے دنوں میں کیا ہوا تھا وہ نہیں جانتی تھی اور اس وقت اس سب سے فرق بھی نہیں پڑتا تھا۔ اب آگے کیا ہوگا' وہ صرف یہی سوچ رہی تھی۔

لاؤنج ویران تھا۔ داتن وہاں نہیں تھی۔ اگر ہوتی بھی تو وہ اس سے نہیں ملنا چاہتی تھی۔

اس نے بتی نہیں جلائی اور صوفے پہ پیر اوپر کر کے بیٹھ گئی۔ وہ آزاد تھی مگر وہ آزادی محسوس نہیں ہوتی تھی۔

وہ اندھیرے کی آہٹیں سن رہی تھی۔

باہر چلتی ہوا' پرندوں کی پھڑپھڑاہٹ' باسی کوکو فروٹ کی مہک' صوفے کے لیدر کی نرماہٹ.... ذرا سا کھٹکا ہوتا اور وہ چونک چونک جاتی۔ بار بار اندھیرے میں گردن موڑ کے دیکھتی۔

کوئی تھا تو نہیں یہاں جو اس کے لئے گھات لگائے بیٹھا تھا؟ کوئی نیا کھیل تو نہیں کھیلا جا رہا تھا کیا؟ صوفیہ رحمن کے بندوں نے ایسا فریب دیا تھا کہ اب اسے نہ اندھیروں کا اعتبار رہا تھا نہ روشنیوں کا۔ سب جعلی لگ رہا تھا۔ وہ آزاد ہو کے بھی آزاد نہیں تھی۔

وہ اوپر اپنے کمرے میں آئی اور بستر پہ چیت لیٹ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اب کبھی سو نہیں سکے گی مگر اسے کب نیند آئی اسے علم نہیں ہوا۔ اس کی آنکھ تیز گھنٹی کی آواز سے کھلی تو وہ چونک کے سیدھی ہوئی۔ پھر ہڑبڑا کے لحاف اتارا اور بستر سے پیر نیچے اتارے۔ تیز تیز زینے پھلانگتی وہ نیچے اتری تو دیکھا۔ دودھیا روشنی کھڑکیوں سے آتی لاؤنج کو منور کر رہی تھی۔

وہ روشنی میں غور سے اطراف کو دیکھنے لگی۔ ایسے لگتا تھا داتن کافی دن یہاں نہیں آئی تھی۔ لاؤنج میں کچھ چیزیں جگہ سے

ہٹی ہوئی تھیں۔ دو جھوٹے مگ کچن کاؤنٹر پہ رکھے تھے جیسے دو لوگوں نے وہاں کچھ پیا ہو۔

وہ دروازہ کھول کے باہر ڈرائیو وے پہ آئی۔ سامنے گیٹ کے پار کوئی کھڑا تھا۔ کوریئر والا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی۔ اس کے قدم سست پڑ گئے۔ وہ گیٹ تک آئی' جنگلے کے اوپر سے ہاتھ بڑھایا اور آدمی سے ٹوکری لے لی۔

پھر وہ وہیں نیچے زمین پہ بیٹھتی گئی۔۔۔ٹوکری اس کے ہاتھ میں تھی۔۔۔۔اور چہرے پہ زمانوں کی تکان تھی۔۔۔۔

دھیرے دھیرے وہ ٹوکری میں موجود کوکو فروٹ پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔ ان کی خوشبو نتھنوں سے ٹکرا رہی تھی۔ تالیہ کی حسیات اب کام کر رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں بھیگتی جا رہی تھیں۔۔۔۔

کتنی ہی دیر وہ وہیں بیٹھی رہی پھر دھوپ تیز ہونے لگی تو اس نے آنسو صاف کیے اور ٹوکری لئے اندر آ گئی۔

ایڈم نے کسی فروٹ سیلر کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کیونکہ ایڈم اب مصروف ہو چکا تھا۔ اسے یاد بھی نہیں ہوگا کہ اس کے دیے پیسے ابھی ختم نہیں ہوئے تھے اور ایماندار فروٹ سیلر ہر ہفتے وہ پھل بھیجتا تھا۔

تالیہ نے کچن کاؤنٹر پہ ٹوکری رکھی۔ وہاں گزشتہ ہفتے آنے والی پھلوں کی ٹوکری بھی رکھی تھی اور ان کے پھل اب باسی ہو چکے تھے۔ اور تب اس کی نگاہ ادھر ادھر پڑے ان دو خالی مگز پہ رکی۔

ان کے اندر کافی نہیں' چائے پی گئی تھی۔ دو لوگوں نے چائے پی تھی؟

یا ایک شخص نے دو دفعہ چائے پی تھی۔

داتن کافی کی عادی تھی اور ایڈم بھی چائے کا شوقین نہیں تھا۔ صرف ایک شخص تھا جو چائے پیتا تھا اور اسے اپنے مگ دھو کے رکھنے کی عادت نہ تھی۔

وہ بالکل سُن رہ گئی۔ پھر آہستہ سے مڑی۔ لاؤنج اب مکمل طور پہ منور ہو چکا تھا اور اس کو وسطی میز کے ڈیکوریشن پیالے میں کچھ رکھا نظر آیا تھا۔

کسی خواب کی سی کیفیت میں تالیہ چلتی ہوئی میز کے قریب آئی۔

اس پیالے میں ترتیب سے پانچ خط کے لفافے رکھے تھے۔ ان میں سے ہر ایک پہ "تالیہ کے لئے" لکھا نظر آ رہا تھا۔ اور یہ اسی شخص کی لکھائی تھی جو بہت سی دوسری باتوں کے ساتھ چائے بنانا بھی بھول چکا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھی تھی۔ باقی چار خطوط اس کی گود میں رکھے تھے جبکہ پہلا خط وہ لفافے سے نکال رہی تھی۔ ان پچھلے دنوں میں کیا ہوا تھا' یہ خط اسے سب بتانے والے تھے۔

☆☆==========☆☆

چھ دن پہلے۔

پہلی رات:۔

احمد نظام راہداری میں چلتے جا رہے تھے جب ان کو وہ شخص نظر آیا تھا جو تالیہ مراد کا وکیل تھا۔ اس کا تعارف سننے کے بعد وہ واپس آگے بڑھتے گئے۔ انہیں صبح تالیہ کے کیس کے لئے کورٹ میں پیش ہونا تھا اور تیاری کرنی تھی۔

پارکنگ ایریا میں اپنی کار کے قریب جاتے ہوئے وہ ایک دم ٹھٹک کے رکے۔

اس سوٹ والے شخص کا چہرہ ان کے ذہن میں کلک ہوا تھا۔ وہ دولت امان تھا۔ احمد نظام ایک پارٹی پہ اس سے مل چکے تھے۔ وہ وکیل نہیں تھا۔ وہ اسپیشل برانچ کا اعلیٰ عہدیدار تھا۔ وہ ڈائریکٹ صوفیہ رحمٰن کے ماتحت تھا۔ وہ یہاں تالیہ کا وکیل بن کے اسے نکلوانے آیا تھا کیا؟ یہ خیال چونکا دینے والا تھا۔

وہ ایک دم واپس پولیس اسٹیشن کی طرف بھاگے۔ دولت امان کے جانے کے بعد انٹریروگیشن روم کا دروازہ بند ہو چکا تھا اور سامنے دو لوگ پہریداروں کی طرح آن کھڑے ہوئے تھے۔ وہ ہانپتے ہوئے ان تک پہنچے۔

"ایک منٹ..... یہ دولت امان یہاں کیا کر رہا ہے؟" سرخ پڑتے چہرے سے انہوں نے غرا کے پوچھا۔

ایک جیکٹ اور گھنگریالے بالوں والا افسر جو سامنے کھڑا تھا' مسکرا کے بولا۔

"آپ گھر جا کے آرام کریں پراسیکیوٹر صاحب۔ آپ کی سروسز کی حکومت کو مزید ضرورت نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟ آپ لوگ یہاں کیوں ہیں؟"

"ہم تالیہ مراد کو لے جانے آئے ہیں۔" عقب سے ایک آدمی بولا تو وہ چونک کے گھومے اور اس شخص کو دیکھ کے وہ ٹھہر گئے۔ یہ وہی سرکاری افسر تھا جو شروع میں ان کے پاس تالیہ کا کیس لے کر آیا تھا اور اس نے انہیں یقین دلایا تھا کہ یہ سیاسی انتقام کا کیس نہیں ہے۔

"کس..... کس کے حکم سے؟" احمد نظام کی دنیا ایک دم تلپٹ ہو گئی تھی۔

"پردھان منتری کے حکم سے۔" سرکاری افسر مسکرا کے بولا۔ "ہمیں تالیہ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ ہم نے ان کی انگوٹھی پولیس ریکارڈ سے واپس لے لی ہے اور ان کا تھانے میں آنے کا ریکارڈ ضائع کر دیا ہے۔ وہ اب آزاد ہیں۔ آپ کے لئے یہی بہتر ہے کہ آپ گھر جا کے آرام کریں۔"

(تو تالیہ سچ کہہ رہی تھی۔ وان فاتح سچ کہہ رہا تھا۔ یہ ایک سیاسی کیس تھا اور وہ استعمال ہو رہے تھے۔)

"تم نے.... تم نے مجھے کہا تھا کہ تالیہ مراد کے بارے میں تفتیش اس لئے کرنی ہے کیونکہ وہ وان فاتح کے لئے خطرہ بن سکتی ہے۔ کیونکہ یہ اعلیٰ شخصیات کی سلامتی کا معاملہ تھا۔" وہ بے یقینی سے اس کو دیکھ رہے تھے۔ "مگر.... یہ صرف ایک سیاسی انتقام کا کیس تھا۔ تم لوگوں نے مجھے استعمال کیا ہے۔" انہوں نے صدمے سے باری باری سب کے چہرے دیکھے۔

"ہم نے کسی کو استعمال نہیں کیا۔ آپ کی خدمات کی مزید ضرورت نہیں ہے۔"

"وہ سچ کہہ رہی تھی۔ وان فاتح سچ کہہ رہا تھا۔ ہم اس لڑکی کو ناجائز پھنسا رہے تھے۔" ان کی رنگت سفید پڑ رہی تھی اور آنکھیں سرخ۔ "اس نے وہ انگوٹھی نہیں چرائی تھی۔ وہ انگوٹھی صوفیہ رحمن کی نہیں تھی۔"

"وہ ایک کون وومن ہے۔ ہم سب جانتے ہیں۔"

"مگر وہ انگوٹھی اس کی اپنی تھی۔" وہ غم و غصے سے بولے تھے۔ مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔ اور بس نہیں چلتا تھا کہ ان کو تہس نہس کر دیں۔ پھر وہ دروازے کی طرف بڑھے۔ انہیں تالیہ سے بات کرنی تھی۔ مگر گھنگھریالے بالوں والا حنان سامنے آ گیا۔

"سوری جناب۔ مگر آپ اندر نہیں جا سکتے۔ ایکچولی.... "اس نے ایک مودب کھڑے پولیس اہلکار کو اشارہ کیا۔ "پراسیکیوٹر صاحب گڑبڑ کر سکتے ہیں اس لئے ایسا کرو ان کو آج رات کے لئے لاک اپ میں بند کر دو۔"

دو اہلکار فوراً آگے ان کی طرف بڑھے اور ان کے ہاتھ پکڑ کے پیچھے موڑ دیے۔ ایک اہلکار نے ان پہ پستول تان لیا۔

"تم لوگ اچھا نہیں کر رہے۔ میں سب سمجھ رہا ہوں۔ تم لوگ مجھے اس کے خلاف استعمال کر کے اسے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ چھوڑو مجھے۔" وہ غصے اور بے بسی سے چلا رہے تھے مگر اہلکار ان کو زبردستی آگے لے گئے۔ حنان نے گھڑی پہ وقت دیکھا۔ اندر موجود دولت نے کسی بھی وقت باہر آ جانا تھا اور پھر تالیہ کو وہاں سے لے جانا تھا۔ اسے اپنی ٹیم کے ساتھ یہاں سے روانہ ہونا تھا۔

کھیل شروع کرنے کا وقت آن پہنچا تھا۔

☆☆=========☆☆

ایڈم بن محمد روشنیوں کے ہالے میں اسٹیج پہ کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ والی کرسیوں پہ موجود صحافی بیٹھے ہوئے مسکرا کے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان کے سامنے رکھی میز پہ تازہ پھولوں کے گلدستے سجے تھے اور اسٹیج سے نیچے کافی سارے لوگ اسی ہال میں جمع ہوئے کھڑے ہو کے اس کو دیکھ رہے تھے۔ کیمرے، فلیش لائیٹس کی چمک، پھولوں کی مہک.... اپنے پیچھے اسکرین پہ نظر آتی پریزینٹیشن کی نیلی روشنی.... وہ ایک عجیب کیفیت میں تھا۔ لوگ اس کے لئے تالیاں بجا رہے تھے اور وہ مسکرا کے تالیاں وصول کر رہا تھا۔

ذرا دیر کو خاموشی ہوئی تو وہ بولا۔

"یہ دوری نگارہ ملایو کا پارٹ ون ہے۔ میری پوری کوشش ہے کہ میں کلائیڈ اینڈ لی کے دوسرے کلائنٹس کے نام بھی سامنے لاؤں جو اب بھی پبلک کی نظروں سے چھپے ہوئے ہیں اور ٹیکس چوری کر کے اپنی جائیدادیں ان گمنام جزیروں میں چھپا رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے آج یہ pledge کرتا ہوں کہ ایڈم بن محمد کسی ایسے شخص کا نام نہیں چھپائے گا اور ایک ایک شخص کو بے نقاب کرے گا۔"

پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

وہ خوابوں کی تکمیل کا دن تھا۔

اس کی کتاب لانچ ہو چکی تھی۔ چند ہارڈ کا پیز سامنے میز پہ رکھی تھیں جو اس نے سائن کر کے لوگوں کو دینی تھیں۔ شہر کے معززین اس تقریب میں آئے ہوئے تھے۔ اس کے سفید پوش خاندان والوں کا گروہ بھی اسے مہمانوں میں نظر آ رہا تھا۔ سب پرفیکٹ تھا۔

اور پھر..... ایڈم کی مسکراہٹ ماند پڑنے لگی۔

اس کی متلاشی نظریں ایک چہرے سے دوسرے تک گئیں اور دھیرے دھیرے اس کی رنگت پھیکی پڑتی گئی۔

وہاں تالیہ نہیں تھی۔

وہ اس کے انٹرویوز نہیں دیکھتی تھی' وہ اس کا لکھا ہوا نہیں پڑھتی تھی۔ وہ سب معاف کر سکتا تھا مگر وہ اس کی بک لانچ پہ بھی نہیں آئے گی' اس کے دل کو دھچکا لگا تھا۔ کیا تھا جو شہزادی کے لئے زیادہ اہم تھا؟

فوٹوگرافرز اس کو مسکرانے کے لئے کہہ رہے تھے۔ اس نے ایک بناوٹی مسکراہٹ سے اپنے رائٹر فیس کو سجایا اور کیمروں کی طرف چہرہ موڑ لیا۔ البتہ ان ساری روشنیوں اور خوشبوؤں کے باوجود اندر کچھ بجھ سا گیا تھا۔

☆☆=========☆☆

رات کا اندھیرا وان فاتح کی رہائشگاہ پہ بھی پھیلا تھا۔ عصرہ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ ٹی وی چلا ہوا تھا۔ بچے سونے جا چکے تھے۔ وہ فاتح کی منتظر تھی۔ صوفے پہ پیر اوپر کیے ریموٹ سے چینل بدلتی وہ بے توجہی سے اسکرین کو دیکھ رہی تھی جب دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ پھر قریب آتے قدم.....

"جلدی آ گئے۔" اس نے گردن موڑ کے دیکھا تو ٹھٹک گئی۔ وہ سر جھکائے موبائل پہ مسلسل بٹن دباتا چلتا آ رہا تھا۔ چہرے سے برہم لگتا تھا۔